ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

شوال المکرم : ۱۴۱۸ھ
فروری : ۱۹۹۸ء
۲

عید کی حقیقی خوشیاں
(سیّد عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز کالم)

بیسویں سالانہ
شُہداءِ ختمِ نبوّت کانفرنس

میڈیا وار

ربوہ میں قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار
شکست کا اعتراف، دلچسپ روداد

شہیدوں اور غازیوں کے
دیس میں عید

سنت اور مقامِ سنت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات شریفہ اور اعمال حسنہ ہی سنت ہیں۔ کچھ کام تاکید اور تسلسل سے کئے وہ "سنت موکدہ" بن گئے۔ اور جو کام امت کی آسانی کیلئے گاہے ماہے سرانجام دیئے وہ "سنت غیر موکدہ" کہلائے۔ جس عمل کا بھی نبی کے وجود سے تعلق ہے وہ سنت ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں کدو کا سالن بہت پسند تھا۔ میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام شوربے سے کدو کے ٹکڑے چن چن کر کھاتے"۔

آج ہمارے بعض مولوی اور پیر کدو ناپسند کر دیتے ہیں اور میزبان سے ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو! یہ سنت کا انکار ہے اور بہت بڑا وبال ہے۔ علماء امت فرماتے ہیں اگر کسی شخص کا کدو کھانے کو جی نہیں چاہتا تو وہ نہ کھائے اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ کرے لیکن یہ جانتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت پسند تھا یہ کہہ دے کہ میں کدو ناپسند کرتا ہوں اور نہیں کھاتا تو وہ شخص کفر کا مرتکب ہوگا۔ بظاہر تو ایک سبزی کا انکار کیا ہے، لیکن کدو کے ساتھ نبی علیہ السلام کی پسند وابستہ ہے۔ اسلئے یہ ناپسندیدگی حضور علیہ السلام کی پسند کا انکار ہے۔ ایمان تو یہ ہے کہ اپنی پسند کو نبی علیہ السلام کی پسند پر قربان کر دے۔

یہ بات تو صرف کھانے سے متعلق ہے جب کہ نبی علیہ السلام کے تمام اعمال و عادات اسی ذیل میں آتے ہیں۔ ایمان والوں کو تو صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں سے ہی مطلب ہے۔ یہی ادائیں دین ہیں، شریعت ہیں اور قانون ہیں۔ محبت، طریقت سب اسی سے وابستہ ہیں۔ اعمال میں کوتاہی اور غفلت ایمان کی کمزوری ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عاداتِ شریفہ سنت ہیں اور سنت کی توہین و انکار کفر کو مستلزم ہے۔

جانشین امیر شریعت

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

"الاحرار" شمارہ ۱۵ تا ۱۸ - جلد ۱۲ نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

شوال المکرم ۱۴۱۸ھ
فروری ۱۹۹۸ء
جلد ۹ ، شمارہ ۲
قیمت : ۱۵ روپے
Regd: M - No.32

❋ زرِتعاون سالانہ اندرون ملک ۱۵۰ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی ❋

مجلس ادارت

❋ زیرِ سرپرستی : حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
❋ رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
❋ مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

◎ ابنِ امیرشریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
◎ پروفیسرخالد شبیر احمد ◎ سیدخالد مسعود گیلانی
◎ مولانا محمد اسحٰق سلیمی ◎ مولانا محمد مغیرہ
◎ عبداللطیف خالد ◎ محمد عمرفاروق
◎ ابوسفیان تائب ◎ ساغراقبالی

رابطہ : دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان : فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
شاعری:	نعت	سید کاشف گیلانی	۶
شاعری:	منقبت سیدنا علی و سیدنا حسن رضی اللہ عنہم	سید عطاالمحسن بخاری	۷
قلم برداشتہ:	عید کی حقیقی خوشیاں	سید عطاالمحسن بخاری	۸
حاصل مطالعہ:	حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی ایک نصیحت	سید عطاالمحسن بخاری	۱۰
حاصلِ زندگی:	سفرنامہ حجاز	حبیب الرحمن بٹالوی	۱۲
افکار:	میڈیا وار	محمد عمر فاروق	۱۴
روداد:	شہیدوں اور غازیوں کے دیس میں عید	احمد معاویہ	۱۸
مقالہ خصوصی:	سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شاعری، محاسن و موضوعات	پروفیسر ڈاکٹر محمد اصغر اسعد	۲۴
ماضی کے جھروکے سے:	قادیانیت اور صہیونیت کا گٹھ جوڑ (۱۹۷۳ء کی ایک یادگار تحریر)	مولانا مجاھد الحسینی	۳۱
ردِمرزائیت:	......اور ایمان بچ گیا	دین محمد فریدی	۳۵
ردِمرزائیت:	ربوہ میں قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار شکست کا اعتراف دلچسپ روداد	محمد نواز بھٹی	۳۷
حسنِ انتخاب:	جرمنی میں اسلام........	ماخوذ	۳۹
چہرہ:	مولانا امین احسن اصلاحی	آغا شورش کاشمیری	۴۳
ترحیم:	مسافران عدم	ادارہ	۴۴
دین و دانش:	فتنہ دل و نگاہ	معراج محمد بارق	۴۶
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۸
شخصیت:	تحریک آزادی کے بہادر کارکن	شیخ احسان اللہ احرار	۵۰

دل کی بات

دینی مدارس میں سرکاری نصاب تعلیم رائج کرنے کا فیصلہ!

منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پہ تھوکا

۱۱ فروری ۱۹۹۸ء کے اخبارات میں سیکریٹری تعلیمی بورڈ لاہور کا ایک بیان شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"حکومت نے دینی مدارس میں سرکاری نصاب تعلیم رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے دینی مدارس کے طلباء کو درس نظامی کے ساتھ جنرل ریاضی، جنرل سائنس اور سرکاری نصاب کے مضامین کا امتحان بھی دینا ہوگا۔ یہ امتحانات تعلیمی بورڈ لیں گے۔

حکومت نے یہ فیصلہ مدارس عربیہ سے دہشت گردی کے رجحانات ختم کرنے کے لیے کیا ہے تاکہ دینی طالب علموں کے ذہنوں کو دہشت گردی کے خیالات سے پاک کیا جائے۔"

سیکریٹری بورڈ کا یہ بیان بظاہر تو چند محتاط اور گھسے پٹے روائیتی جملوں پر مشتمل ہے مگر بین السطور میں خبث باطن پوری طرح جھلکتا ہے۔ وہ جو کچھ کہنا چاہتے تھے، کہہ گئے ہیں اور جو فساد خلق کے خوف سے نہیں کہہ سکے...... میں نے جانا گویا یہ بھی تیرے دل میں ہے۔

قیام پاکستان سے لیکر آج تک انگریز کی ذریت البغایا اسی سازش و کوشش میں ہے کہ یہاں دینی تحریکوں کی بنیادوں کو منہدم کیا جائے اور مراکز کو تباہ کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان میں دو نظاموں، دو تہذیبوں اور دو نصابوں کی جنگ گزشتہ پچاس برس سے جاری ہے۔ یہ حق و باطل کا معرکہ ہے۔ کون جیتا، کون ہارا؟ اس کا فیصلہ تو تاریخ کرے گی۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ شکست ہم نے بھی تسلیم نہیں کی اور جہد و یقین کا معرکہ حق تا ایں دم سرگرم ہے۔ سرگرم رہے گا۔ ان شاء اللہ

جہاں تک سرکاری نصاب تعلیم کے بعض مضامین کو دینی مدارس میں رائج کرنے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ علماء سے مشاورت کے ذریعہ افہام و تفہیم سے بھی حل ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں عصری علوم سے استفادہ کرنے سے انکار بھی نہیں ہے اور بعض مدارس کے منتظمین انفرادی طور پر اس کا تجربہ بھی کر چکے ہیں اور خاطر خواہ نتائج بھی حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن اسی تعلیمی پالیسی کو جبراً دینی مدارس پر ٹھونسنا کسی صورت میں درست نہیں یہ ان کی خود مختاری اور دینی محنت پر ضرب کاری ہے جس کے نتائج بہر حال خوف ناک ہیں۔

سرکاری نصاب کو مدارسِ دینیہ میں رائج کرنے کے جواز میں دہشت گردی کے خاتمہ کے حوالے سے جو خامہ فرسائی کی گئی ہے وہ ان کالے انگریزوں کی اپنی نہیں بلکہ شیطان امریکہ اور دنیا بھر کے کفار و مشرکین سے مستعار ہے۔ کسی دینی مدرسہ کے نصاب تعلیم میں دہشت گردی کے جواز اور فضائل میں کوئی کتاب نہیں ہے۔ دو ہی کتابیں ہیں جو دنیائے کفر و شرک کو پسند نہیں "قرآن اور حدیث" امریکہ اور اس کے بغل بچے قرآن اور حدیث پڑھنے پڑھانے والوں اور عملی زندگی میں انفرادی و حکومتی سطح پر ان کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والوں کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ قرآن و حدیث نے جہاد کو نفاذ و استحکامِ دین کے لئے بنیاد قرار دیا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ بھی یہی ہے۔ پاکستان کے کالے انگریز، لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کے اسیر و نخچیر، بے دین اور کرپٹ بیوروکریٹ اور شیطان صفت سیاست دان امریکہ کو اپنا رب مان کر ہم سے ہمارا قرآن اور حدیث چھیننا چاہتے ہیں۔ وہ پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کی مذمت کی آڑ میں دراصل قرآن و حدیث کی مذمت کر رہے ہیں۔ اگر الزامی سوال ہی کیا جائے تو کیا ملک میں ہونے والی دہشت گردی، قتل، اغوا، جوا، چوری، ڈکیتی، سود خوری، جنسی سکینڈل اور گینگ ریپ سرکاری نصابِ تعلیم کی "برکات" نہیں؟ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں انہی جرائم کی ترغیب دی جاتی ہے؟ دینی مدارس کے کتنے طالب علم ہیں جو ان اعمالِ خبیثہ میں ملوث ہیں؟ سرکارِ عالی مدار اور اسکی حاشیہ نشین تربیت یافتہ فوجِ ظفر موج ہی تو ہے جو ان جرائم میں ملوث ہے۔ آپ ہی کے ذرائع ابلاغ اس پر شاہدِ عدل ہیں۔ اس باب میں بہت کچھ کہا اور لکھا جاسکتا ہے، بہت سے نک چڑھوں کو نکیل ڈالی جاسکتی ہے، کئی بد دماغوں کا مزاج درست کیا جاسکتا ہے اور بہت سے اصلی و نسلی کالے انگریزوں کا شجرۂ نسب تحریر کیا جاسکتا ہے مگر ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ ..... آہستہ خرام بلکہ مخرام! تہذیبِ افرنگ کے مہذب خچر اپنی اوقات میں رہیں، اپنی اصل نہ بھولیں اور دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت سے گریز کریں۔ قرآن و حدیث اور اسوۂ حسنہ ہماری متاعِ عزیز ہیں ہم ان کی حفاظت کی جدوجہد میں مر جانا پسند کرتے ہیں۔ لیکن اپنی پہچان اور شناخت کو محو نہیں ہونے دیں گے۔ اگر حکومت نے ایسا کوئی فیصلہ جبراً ٹھونسنے کی کوشش کی تو اس ابدی سچائی کو ہرگز نہ بھولے.....

منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پہ تھوکا

صدرِ مملکت اور نفاذِ اسلام:

گزشتہ دنوں صدرِ مملکت جناب محمد رفیق تارڑ نے ایک بیان میں فرمایا ہے کہ "ہم نفاذِ اسلام کے دیرینہ قومی مطالبے کو پورا کریں گے" انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ "ہم سودی نظام کے خاتمے کا بھی

جائزہ لے رہے ہیں"

جنابِ صدر کے ان خیالات کو ہم تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر یہ صرف خیالات ہیں اور ایسے پاکیزہ خیالات کا اظہار پاکستان کے گزشتہ پچاس برس کے حکمران بھی بڑی فراخ دلی سے کرتے رہے ہیں۔ جبکہ ان کی عملی کارکردگی افسوس ناک بھی ہے اور شرمناک بھی۔ جناب محمد رفیق تارڑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا منصب عطا کیا ہے۔ اتفاق سے وہ مسلم لیگی بھی ہیں اور سچے مسلمان بھی۔ یہ ان کے لئے ایک سخت آزمائش بھی ہے اور چیلنج بھی۔ ہمیں توقع ہے کہ وہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے چیلنج کو قبول کریں گے۔ اور یہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے کر تکمیل پاکستان کا معرکہ سر کرلیں گے۔ جنابِ صدر اگر اس سمت ایک قدم بڑھائیں گے تو یقین رکھیں کہ پوری قوم کے قدم اسی سمت اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ کی نصرت ان کے شاملِ حال ہوگی۔ اے کاش وہ ایسا کر گزریں۔

مولانا محمد اعظم طارق کی بھوک ہڑتال:

سپاہِ صحابہ پاکستان کے سربراہ اور رکن پنجاب اسمبلی مولانا محمد اعظم طارق تقریباً دو سال سے قید ہیں۔ ان کا جرم کیا ہے؟ حکومت یہ بتانے سے قاصر ہے۔ اس عرصہ قید میں ان کے ہم دم اور سپاہِ صحابہ کے رہنما مولانا ضیاء الرحمن فاروقی دورانِ اسیری شہید ہوگئے۔ حال ہی میں چوہنگ سنٹر لاہور سے مولانا کو اٹک جیل منتقل کر دیا گیا ہے جبکہ ان کی جماعت کے ایک اور مرکزی رہنما مولانا علی شیر حیدری کو بے گناہ گرفتار کر کے چوہنگ سنٹر میں تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مولانا محمد اعظم طارق نے سپاہِ صحابہ کے گرفتار ارکان پر حکومتی ظلم و تشدد کے خلاف بھوک ہڑتال کردی ہے۔ ایک ہفتہ سے زائد ہونے کو ہے اور بھوک ہڑتال جاری ہے۔ مولانا کی حالت تشویشناک ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ سپاہِ صحابہ کے تمام رہنماؤں اور کارکنوں پر قائم شدہ مقدمات کی سماعت فوری شروع کی جائے اور جھوٹے مقدمات ختم کر کے کارکنوں کو رہا کیا جائے۔ ناجائز نظربندیاں ختم کی جائیں اور موجودہ سنی شیعہ تصادم کی فضاء کو حکومتی سطح پر مذاکرات کے ذریعے ختم کیا جائے۔ مولانا نے صدر مملکت کو ثالث تسلیم کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ حکومت مولانا کے مطالبات پر فوری توجہ دے، بھوک ہڑتال ختم کرائے اور صدر مملکت کو ثالث تسلیم کرنے کی کھلی پیش کش کو قبول کر کے اس سنگین صورتحال کا تدارک کرے۔ اگر خدانخواستہ مولانا محمد اعظم طارق کو کچھ ہوگیا تو حالات کسی کے ہاتھ میں نہیں رہیں گے۔

مولانا اعظم طارق قوم کی امانت ہیں، حکومت قوم کو واپس لوٹا دے۔

نعت

میں کیوں کہوں تمہیں مہ رو و مہ جبیں تم ہو
کوئی مثال نہ جسکی ہو وہ حسیں تم ہو
خدا نے جس کے لئے کائنات کی تخلیق
وہ کوئی اور ہو ایسا کوئی نہیں تم ہو
نہ کیوں ہو ناز تمہیں اپنے بخت پر صدیق
رسولِ پاک کے ہمدم ہو ہم نشیں تم ہو
یہ معجزہ ہے نبوت کا اور کچھ بھی نہیں
عدو بھی کہتے ہیں صادق ہو اور امیں تم ہو
تمہاری رحمتیں مجھ سے سیاہ کار پہ ہیں
میں تم سے دور ہوں لیکن مرے قریں تم ہو
نظر میں کوئی بھی جچتا نہیں تمہارے سوا
مکاں تمہارا مرا دل ہے اور مکیں تم ہو
خدا کا مقصد اوّل تمہاری خلقت تھی
خدائے پاک کا منشائے آخریں تم ہو
وہ جس نے کٹ کے کیا تم سے دین حق کو تلاش
اسے خبر ہی نہیں ہے کہ اصلِ دیں تم ہو
چمک رہے ہو جو کاشف ضیاء سے سورج کی
یہ اس لئے ہے کہ اک ذرہ زمیں تم ہو

○

سید کاشف گیلانی

○

نعت

میں فکر کیوں کروں ربِ جلیل محشر میں
ترا حبیب ہے میرا وکیل محشر میں
میں جان لوں گا یہی تو ہیں شافع محشر
وہ ہونگے سب سے حسین و جمیل محشر میں
وہ بخشوائیں گے امت خدا سے خود اپنی
وہی بنیں گے ہماری سبیل محشر میں
خدا کی ذات نے دنیا میں بھی کفالت کی
اسی کی ذات ہے میری کفیل محشر میں
بجز رضائے الٰہی کسی کی بخشش کو
نہ ہو سکے گا کوئی بھی دخیل محشر میں
خدا سے عفو و کرم ہی طلب کیا جائے
سنے گا کون کسی کی دلیل محشر میں
نہ جانے کیوں مرے دل کو یقین ہے کاشف
خدا کرے گا نہ مجھ کو ذلیل محشر میں

(سید عطاء المحسن بخاری)

منقبت

امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ

علی ہے میری محبت کا مرکز وو محور
علی کا میں ہوں شناسا وہ مرا معنر
علی غلام محمد ہے میں غلام علی
جو تو غلام محمد ہے میں ترا قنبر
علی ہے مہر مروت، علی ہے صدق و صفا
علی قضا میں ولی ہے وہ زہد کا پیکر
علی ولاء و غنا ہے، علی ہے جودو سخا
علی بہ پیش الہی اسے سترکاں افقر
علی ہے فقر کا وارث علی کا فقر بر
علی پہ فقر ہی غالب رہا اکثر

○

منقبت

شہزادہ اہل بیت ہم شکل رسول ﷺ ابنِ علی خلیفہ راشد پنجم، امیر المؤمنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

بالک حلم و حیاء پیر صدق صفا
ہم شکل شہہ دوسرا، سیدنا حسن مجتبیٰ
صاحب صلح و وفا، از بر ترالا رہنما
اشتر کا وہ جو رو جفاء خونِ حسن! و احرما
ماحی شرو فتن، سوہنی خلافت واہ حسن
مانا امیر شام و ، حکم نبی پورا کیا
مولا حسن زہرا کا پھول، گلشن دیں کا اصول
ملتِ بیضانہ بھول، منظرِ صلح و وفا
وہ عظیم ابن عظیم فکر رسا قلب سلیم
ان پہ صلواتِ عمیم، منبعِ رشد و ھدیٰ

○

عید کی حقیقی خوشیاں

خوشی کے دن خوشی کی راتیں لوٹ لوٹ کر آتی ہیں، دلوں کو لبھاتی ہیں اسی کا نام عید ہے اور اس عید کو سویوں والی عید بھی کہتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دن فرشتوں کے سردار اپنے لاؤ لشکر سمیت ملکوتی صفات سے مرصع زمین کو زینت بخشتے ہیں اور اس کی رونقوں میں ہزاروں گنا اضافہ کرتے ہیں۔ چوراہوں، موڑوں اور راستوں پر چلنے والے روزہ داروں، قرآن خوانی کرنے والوں، رمضان کی مقدس راتوں کو جاگنے والوں، تہجد میں قرب الٰہی کی ساعتوں میں اپنے اور امت کیلئے بخشش مانگنے والوں پر مبارکباد کے ڈونگرے برساتے ہیں۔ اللہ کی رضا، مغفرت، رحمت، آگ سے آزادی کا مژدۂ جانفزا سناتے ہیں ایسے لوگوں کو اجر آخرت کے بے مثال تحفے کی بشارتیں دیتے ہیں۔ لیلۃ القدر کی تلاش میں فکر مند رہنے والوں کو ابدی راحتوں کا سندیسہ دیتے ہیں۔ یہ سندیسہ ایسے خوش بخت لوگوں کو ملتا ہے۔ اطاعت و اتباع جن کے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ بندگی جنہیں راس آ جاتی ہے، خواہشیں، لذتیں اور شہوتیں دفن کرنے کا سلیقہ جنکی خو بن جاتا ہے۔

کوئی لبرل، کوئی سیکولر، کوئی فری تھنکر اور آوارہ خرام یہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا..... جب تک یہ جسمانی زندگی، یہ دنیاء فانی، یہ عارضی حیات ہے تو اسکی بہاریں رنگ بکھیرتی رہیں گی۔ اسکے حسین رنگ خوبصورتی میں اضافہ کرتے رہیں گے، حیات تازہ کا پیغام دیتے رہیں گے۔ خوشی، اچھا لباس پہننے، اچھی خوراک کھانے، اچھے مکان میں رہنے کا نام نہیں۔ گانے بجانے، ناچنے اچھل کود اور آوارگی، مست خرامی، گھوما گھامی کا نام نہیں۔ یہ تو کفار و مشرکین کی علامتیں ہیں۔ یہ ان کی ثقافت ہے، کافروں کا کلچر ہے، مشرکین کی سولائزیشن ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت دنیا بھر کی قوموں سے منفرد ہے۔ ممتاز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کی اچھل کود دیکھ کے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' مدینہ والوں نے عرض کی کہ یہ ہماری عید ہے اور یہ خوشیوں کا حاصل ہے۔ اللہ کے عظیم الشان نبی نے فرمایا: ''ہمیں اللہ نے اس سے بہتر عید عطا فرمائی ہے جس میں عباداتی غلبہ بھی ہے اور فرحت و انبساط بھی ہے۔ دین کا کمال ہی یہ ہے کہ دین نے ہمیں زندگی کی تمام جائز لذتوں، فرحتوں، راحتوں اور خوشیوں سے لطف اٹھانے کا مکمل حق دیا ہے۔ حیوانیت کا بت لذتیت پاش پاش کیا ہے۔ کفار و مشرکین جیسی سولائزیشن اور طرز زندگی پر پابندیاں عائد کی ہیں۔ انہی پابندیوں کی اطاعت و قبولیت ہی عبادت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص، سعادتمند ہے وہ

معاشرہ، جو اپنی خوشیوں کو بھی عباداتی اداؤں سے مزین کرتا ہے۔ اللہ سے تعلق نہیں توڑتا، شیطانی اعمال میں غوطہ زن نہیں ہوتا بلکہ اللہ رحمٰن و رحیم کو خوش کرتا ہے۔ شیطان کی خوشیوں کو دو بالا نہیں کرتا، نافرمانیوں کے گندے جوھڑ میں ڈبکیاں نہیں کھاتا، لوگوں کو دعوت گناہ نہیں دیتا، گناہ کے کاموں پر مال خرچ کر کے شیطان کا بھائی نہیں بنتا۔ اللہ پاک نے ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے۔ یہ شیطان کے بھائی ہی تو ہیں جو پورے ملک میں شیطانی صفتوں کو پھیلانے میں مشغول ہیں۔ لوگوں کی ناموس لوٹتے ہیں۔ ان کی عزت و آبرو نوچتے ہیں، انسانی جانوں کو بھنبھوڑتے ہیں اور اپنی ابلیسی خواہشات کی تکمیل کیلئے عصمتیں تار تار کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کا بہت بڑا حادثہ یہ ہے کہ ایسے موذی ہی اقتدار کے حاشیہ نشین بھی ہوتے ہیں، ایسے افراد ہی ترقیوں کی منزلیں بھی طے کرتے ہیں، سرکاری خزانے پر شبخون مارتے ہیں اور نبوی اقدار کا خون کرتے ہیں، معاشرے میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ ایسے خبیث و بد خصلت لوگوں سے اللہ اپنی پناہ میں رکھے (آمین) اس ملک کو ان کے ناپاک سائے سے بچائے۔ پاکستان، پاک تبھی ہو گا جب ایسے ناپاک، ناھنجار وناھموار وطن کی بھینٹ چڑھا دیئے جائینگے۔

عید کے دن ایک اھم کام یہ ہے کہ ہم اپنے بے سروسامان بھائیوں، بے حیثیت ہم وطنوں کو بھی خوشیاں مہیا کریں۔ ان کو راحتوں سے آشنا کریں، ان کے غم و اندوہ کو مسرتوں سے روشناس کریں، ان کے دل کو کیف و سرور کی دھڑکنیں عطا کریں، ان کے معاشرتی بوجھ کم کریں، ان کو معاشرے کا باعزت فرد بنائیں، ان کیلئے جینا آسان کریں، ان پر رحم کریں تاکہ عرش بریں سے ہم پر رحمتیں چھم چھم برسیں۔ تو پھر ہماری عید انسانی و روحانی ناطے سے بہت بڑی عید ہے۔ خوشیوں بھری عید، پُر بہار عید ہے۔ ایسی عید منانے والوں کو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

زندگی کی بہار تم دیکھو
عیش لیل و نہار تم دیکھو
ایک ہی عید پر ہے کیا موقوف
ایسی عیدیں ہزار تم دیکھو

نبی کریم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک یادگار واقعہ معاشرے کیلئے قانون کی حیثیت رکھتا ہے کہ عید کے دن آپ راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک بچہ روتا دیکھا، فرمایا بیٹا کیوں روتے ہو؟ بچے نے عرض کیا میرا باپ نہیں ہے۔ آپ نے اس بچے کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور فرمایا: "مت رو کہ میں تیرا باپ ہوں"۔ سبحان اللہ۔ (لقمہ ص ۱۷ ایم)

حضرت شیخ الکل امام حریت مولانا محمود حسن اموی قرشی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ ضریعہ، کی ایک نصیحت

گزشتہ دنوں رمضان المبارک میں لاہور کا سفر کیا تو دفتر احرار میں قیام کیا۔ عزیزی احمد معاویہ کے میز پر کچھ کتابیں بکھری دیکھیں۔ اچانک ایک کتاب پر نظر رک گئی۔ اٹھا کے دیکھی تو مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مکتوبات ، رات کی تنہائی میں مکتوبات کی رفاقت سے لطف شب دو بالا ہو گیا۔ بعض باتیں بارہا نظروں سے گزر جاتی ہیں مگر ان کے حسن سے حظ اٹھانے کا جذبہ نہیں ابھرتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہی بات حسنِ باطن میں زبردست اضافے کا سبب بنتی ہے۔ حضرت مولانا محمود حسن (برد اللہ مضجعہ)اسیر مالٹا بنی امیہ کے رجل رشید ہیں۔ آپ بلاغت و معرفت کی کٹھنائیوں سے گزرنے والے منفرد بزرگ ہیں اور مولانا سید حسین احمد مدنی کے مربیؔ و استاد۔ ہندوستان میں تحریک حریت و خلافت کے سرخیل و محور، آزادی کی تڑپ اور اس کیلئے قربان گاہ میں ہنستے ہوئے جانے والا یکتائے روزگار انسان۔ مکتوبات کے مقدمہ میں مولانا نجم الدین اصلاحی نے بہت سی وضاحتیں اور صراحتیں نقل کی ہیں۔ ان میں حضرت مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہ کے بعض مکاتیب کو زینت دیباچہ بنا ہے۔ ساری کتاب کی لذتیت و باطنیت اپنی جگہ مسلم مگر باطن کا جو نکھار حضرت شیخ الافاضل کی موعظت و پند میں ہے۔ وہ اپنی آب و تاب کے لحاظ سے اہل دل کیلئے نایاب تحفہ ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

انسان کے اعمال و اشغال میں اتار چڑھاؤ ایک طبعی عمل ہے۔
نفس کی خواہشیں اور لذتیں بھلا اعمال و اشغال میں کہاں
حضرت شیخ فرماتے ہیں: جب نفس کے ذوق کا غلبہ ہونے لگے اور
"اعمال میں طبیعت نہ لگے یا پریشانی (قلبی) ہو تو یہ دعا چند بار پڑھ لینی چاہیئے"

اللھم باعدبینی و بین خطا یای کما باعدت بین المشرق و المغرب
اللھم نقنی من الخطایا کمانقیت الثوب الابیض من الدنس
اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد

(۱۰ ذی قعدہ (غالباً) ۱۳۳۸ ہجری، از قید خانہ مالٹا)

ماضی ادوار کے مقابلہ میں ہمارا عہد، عہد زبوں اور نہایت پژمردہ ہے۔ جہالت نے ہمارا گھیراؤ کیا ہوا ہے اور لوگ جہالت کے گہرے پانیوں میں غوطہ زن اور اپنی جہالت کو ہی علم و عمل کا مصدر یقین کئے ہوئے ہیں، سونے پر سہاگہ ہمارے پیشہ ور جاہل متصوفین اور گا گا کر تقریریں کرنے والے پیشہ ور گویے ملا کہ جنکی ساری علمی دستگاہ اوٹ پٹانگ قصے کہانیاں ہیں۔ یہی قصے کہانیاں عوام کالانعام کو قبروں، ملنگوں ننگوں کے دوارے لے جاتی ہیں اور وہاں وہ وہ خرافات ظہور میں آتی ہیں جنکا تصور بھی حرام ہے لوگ اپنی ضرورتوں، حاجتوں کی تکمیل کیلئے کہاں کہاں جبین نیاز نہیں جھکاتے، سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اس جہالت کا برا ہو۔ اس نے انسان کو حیوان محض بنا دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ الکل نے انسان کی مشکلوں، پریشانیوں میں گرفتار ہونیکی حالت کا مداوا لکھا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور نفع اٹھائیں۔

ولا حول ولا قوہ الا باللہ ولا ملجأ ولا منجأ من اللہ الا الیہ

''حوادث گوناں گوں (انفرادی و قومی) تین تسبیح روزانہ پڑھیں''

نصیحت حضرت شیخ الکل مولانا محمود حسن اموی قرشی نور اللہ مرقدہ۔ (۱۳۳۸ھ از قید خانہ مالٹا)

بقیہ از ص ۱۳

بائیں طرف وسیع صحن جنت البقیع تک پھیلا ہوا ہے۔ جس طرف سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد ہر وقت نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ جنت البقیع (قبرستان) عام سطح زمین سے تقریباً ایک منزل اونچا ہے۔ اس کے نیچے دکانیں بنا دی گئی ہیں۔ سیڑھیاں چڑھ کر، بلند و بالا چار دیواری کے اندر جانا پڑتا ہے۔ یہاں عورتوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ گیٹ پر سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ جنت البقیع میں داخل ہوتے ہی سامنے دائیں طرف حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن بھی اسی قبرستان میں ہے۔ کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہیں آرام فرما ہیں۔ بہت وسیع قبرستان ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی سامنے حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑا بورڈ نصب کیا گیا ہے۔ جس پر فارسی اور انگریزی زبان میں تحریر ہے:۔

''نماز نزدیک قبرہا، مالیدن بدن بانہا وانداختن مبلغ بر آنہا در شریعت اسلامیہ ناروا میباشد''۔

"Prayers at a grave, blessing by teaching a grve and offering many upon them, all are against Islam."

ترجمہ: قبر کے پاس نماز پڑھنا۔ قبر کے ساتھ جسم کے کسی حصے کا ملنا اور قبر پر پیسے ڈالنا یہ سب کچھ شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہے۔

حاصلِ زندگی: حبیب الرحمن بٹالوی

سفر نامہ حجاز

(قسط ۳)

عشاء کی نماز کے بعد درود و سلام کی بارش میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ زائرین الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک ایہاالنبی کے بابرکت الفاظ سے اپنی زبانوں اور اپنے دل و دماغ کے نہاں خانوں کو معطر کر رہے تھے اور مواجہہ شریف کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کرتے جا رہے تھے۔ انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ رحمت کی برکھا تھی۔ قسمت والے جھولیاں بھر رہے تھے۔

اور

دست بستہ چلے آتے تھے غلامانِ رسول
جیسے اک قافلۂ کہکشاں ہوتا ہے

مگر میں ایک ناہنجار گناہوں کا مارا ہوا۔ نگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو تھا:

تو غنی از دو عالم من فقیر — روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر — از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

"اے اللہ! تو دونوں جہانوں سے بے پروا ہے۔ بے نیاز ہے، میں تیرا بندہ گنہگار محتاج اور فقیر ہوں۔ محشر کے دن میرے عذر کی پذیرائی فرمایئے گا اور اگر آپ نے میرا حساب لینا ہی ہوا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے بچا کے لیجیے گا ورنہ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت و شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا چلا جاؤں گا۔

اور

لے دے کے چند اشک ندامت تھے میرے پاس
کیا لے کے جاتا شافع محشر کے سامنے!

دل و دماغ پر اک عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دینے کی جگہ منبر رسول اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا جنت کا ٹکڑا۔ وہ محراب جس میں آپ نماز پڑھاتے رہے اور پھر یہ تصور کہ واقعی مجھے میرے اللہ نے اس جگہ لا کھڑا کیا ہے۔ جس جگہ رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں جید صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی، اصحابِ صُفّہ کے بیٹھنے کی جگہ، جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم درس دیا کرتے تھے۔ ان کا چبوترہ جو آج بھی اپنی ہیئت اور سائز کے حساب سے اسی طرح قائم ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھا اور پھر خود روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے تھا۔ آپ کا مسکن آپ کی رہائش کی جگہ میں مبہوت کھڑا ذرے ذرے کو اپنی نگاہوں سے بوسہ دے رہا تھا۔ ہکا بکا اپنی قسمت پر نازاں تھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھ کملے۔ بے وقوف اور کج مج کردار کو یہاں لاکھڑا کیا ہے۔ جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چلتے پھرتے رہے یا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا اور دیر تک

بیٹھا رہا میں گنبد خضریٰ کے سامنے
محراب کے تلے کبھی منبر کے سامنے

عشاق، قطار میں کھڑے ایک ایک کر کے محراب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نفل ادا کر رہے تھے۔ میں بھی لائن میں لگ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جائے سعید پر مجھ پاپی کو بھی اپنا ماتھا رگڑنے کی سعادت بخشی۔ جس جگہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سجدہ کناں رہی تھی۔ میرا انگ انگ، میرا وجدان، میرے وجدان کا ایک ایک تار خوشی سے جھوم رہا تھا کہ:

بابرکت محراب کے اندر
پاک نبی کی سجدہ گاہ میں
مجھ جیسے عصیاں زدہ نے
سچ مچ اپنا ماتھا رگڑا
کچھ مت پوچھو کیا پایا ہے!
دولت عقبیٰ دولت دنیا
سب کچھ جھولی میں آیا ہے۔

سعودی عرب کی حکومت خانہ کعبہ کی دیکھ بھال پر بے شک بہت رقم خرچ کر رہی ہے۔ مگر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ سلم کو بھی دلہن بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ خود کار برقی چھتریاں، صفائی، زائرین کے لئے آب زم زم، یہاں بھی وافر تھا۔ مقررہ وقت پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن کے درمیان چوبی پردے جن کے نیچے پہیے لگے ہوئے ہیں مردوں کو الگ کرنے کے لئے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور باب النساء کے راستے۔ خواتین کو مقررہ وقت کے لئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک آنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ باب النساء کے باہر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

بقیہ ص ۱۱ پہ

محمد عمر فاروق

میڈیا وار

وطن عزیز ان دنوں معاشی اور سیاسی بحرانوں کی لپیٹ میں ہے۔ حکومت اور اپوزیشن اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے زور آزمائی میں مصروف ہیں۔ آزمائش کی ان گھڑیوں میں عوام ہیں کہ مصائب و مسائل کا پشتارہ کمر پر لادے زندگی کی کٹھنائیوں سے نبرد آزما ہیں۔ بحران پیدا نہیں ہوتے پیدا کیئے جاتے ہیں۔ چاہے یہ بحران اقتصادی ہوں یا سیاسی، اخلاقی ہوں یا سماجی، ان سب کو ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت سامنے لایا جاتا ہے اور اپنے اہداف حاصل کر لیئے جاتے ہیں۔ تمام بحرانوں میں سے مہیب و خطرناک اخلاقی بحران ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم اخلاق و کردار سے تہی دامن ہو جاتی ہے تو اسے مغلوب کر کے بے دست و پا کر دیا جاتا ہے۔ آج کے تیز رفتار دور میں دشمن یہ کام ہزاروں میل دور بیٹھے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ثقافتی یلغار کی صورت میں کرتے ہیں۔ ہمارا میڈیا بھی آج کل چاروں اطراف سے نظریاتی دشمنوں کے نرغے میں ہے۔

۱۰ اکتوبر کو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے پاکستان ٹیلی ویژن کے معاملات کا از خود نوٹس لیتے ہوئے آن ائیر جانے والے تمام مخرب الاخلاق پروگراموں کو فوراً بند کرنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا، خصوصاً انگریزی اخبارات و جرائد میں ان پروگراموں کی بندش کے خلاف مضامین و شذرات کا وہ سلسلہ شروع ہوا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا۔ مضامین نگاروں نے مذکورہ پابندیوں پر تنقید برائے تنقید کی ہے۔ اگر تنقید کا مقصد اصلاح ہو تو کوئی بھی ذی شعور اور صاحب عقل و دانش اسے جی جان سے قبول کرنے میں پس و پیش کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن تنقید نگاروں کی فکر و دانش کے مطابق "میوزک، ڈانس، آرٹ اور ڈرامہ نے ہمیشہ ملک کو عظمتیں عطاء کی ہیں اور موجودہ پابندی کی صورت میں مستقبل میں پاکستان کے پاس دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلیے کچھ نہ ہوگا"۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ "بڈماری قوم کو متحد کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ایک ہی ذریعے سے ممکن ہے اور وہ ہے ڈرامہ اور ڈانس" ایک مزید فرمان کے مطابق، "یہ پابندیاں لوگوں کے بنیادی اور جمہوری حقوق کے خلاف ہیں۔"

ان آراء کی روشنی میں یہ سوالات ابھرتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟ ہماری پہچان کیا ہے؟ ہماری شناخت کیا ہے؟ ہم کس نظریۂ حیات کے نمائندے ہیں اور ہمارے ملک کی نظریاتی اساس کیا ہے؟ وطن کو انگریز سامراج سے نجات پائے پچاس برس بیتنے کو آئے ہیں۔ لیکن ہم ابھی تک اپنی منزل اور شناخت کا تعین نہیں کر پائے۔ کیا ممتاز مسلم لیگی رہنما سردار شوکت حیات کا یہ بیان تسلیم نہ کر لیا جائے کہ: "تحریک پاکستان کے دوران" پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" کا نعرہ مسلم لیگ کا نعرہ نہ تھا بلکہ اسے عوام میں شہرت حاصل ہو گئی تھی"۔ اور کیا اس بات پر بلا تردد یقین نہ کر لیں کہ: " بانئ پاکستان جناب محمد علی جناح

پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟"

ان سوالات کا جواب کون دے گا؟ اور ہماری شناخت کیونکر ہو سکے گی؟ ان سب کا جواب یہی ہے کہ جناب والا! یہ ملک اسلامی ملک نہ سہی، مسلمانوں کا ملک ضرور ہے۔ یہاں کے چودہ کروڑ عوام میں سے اقلیتوں کو چھوڑ کر عظیم اکثریتی آبادی بحمداللہ العزیز مسلمان ہے۔ جو قرآن اور حدیث اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایمان و ایقان رکھتی ہے۔ اس سواد اعظم کی شناخت اور پہچان اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ جس میں کافرانہ جمہوریت یا دیگر لادین نظام ہائے زندگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پاکستانی قوم کا اسی کلچر پر یقین و اعتماد ہے جس کا عملی نمونہ آج سے چودہ سو برس پہلے جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جزیرۃ العرب کی سرزمین پر پیش فرمایا تھا۔ ہم مسلمان بے عمل ضرور ہیں، کمزور اور حددرجہ ضعیف الایمان ہیں، لیکن ہرگز کافرانہ تہذیب و تمدن اور مشرکانہ مغربی کلچر کو کبھی اپنا کلچر کہنے کے لیے آمادہ و تیار نہیں ہیں۔

بحیثیت مسلمان اس تہذیب فرنگ کو کیسے قبول کیا جائے جس میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی میں تمیز نہ برتی جائے۔ عورت کو خواہشات حیوانیہ کی تکمیل کا ذریعہ اور سیکس سمبل قرار دیا جائے۔ والدین بڑھاپے کی صبر آزما منزل تک پہنچیں تو بجائے ان کی خدمت کے انہیں سسک سسک کر مرنے کے لیے اولڈ ہاؤس کی قتل گاہوں میں چھوڑ دیا جائے۔ عریانی و فحاشی اور بے غیرتی و کمینگی ویسٹرن کلچر ہی کی وہ سوغاتیں ہیں جن پر فرنگیوں کا پشتینی غلام طبقہ جو ملک کی مجموعی آبادی میں پانچ فیصد سے زیادہ نہیں، فریفتہ و دیوانہ ہے۔ معززین و مقتدرین کا یہ گروہ پوری قوم کو سیکس فری دیکھنا چاہتا ہے اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ قوم کے معصوم نونہالوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے اور انہیں ذلت و گمراہی کی عمیق کھائیوں میں گرا دینے کیلیے ایسا غلیظ ماحول پیدا کیا جائے۔ جہاں کی جھوٹی چکاچوند اور وقتی کیف و سرور کے ذریعے نژادِ نو کے دین و ایمان اور حب الوطنی کے جذبات کا جھٹکا کیا جا سکے۔ بدقسمتی سے اب ایسا مکروہ ماحول یہاں پیدا کرنے کے سامان ہو چکے ہیں۔ قوم کی برداشت کا امتحان لیا جا رہا ہے اور میڈیا کے ذریعے شب و روز نوجوان نسل کو اپنی سان پر چڑھایا جا رہا ہے۔

یہ ایک بین حقیقت ہے کہ جس ملک نے بھی موجودہ دور میں ترقی کی ہے۔ وہ ڈانس، میوزک اور آرٹ کی بجائے سائنسی ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر کی ہے۔ جاپان، کوریا اور ملائیشیا کی ترقی یافتہ حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ ممالک پچاس برسوں میں کہاں سے کہاں جا پہنچے ہیں۔ جبکہ ترکی جس نے محض مغربی تہذیب و ثقافت کو اس حد تک قبول کر لیا کہ اپنی انفرادیت، کلچر، پہچان، شناخت اور اقدار کو مغربیت کے مکمل رنگ میں رنگ ڈالا۔ مگر نتیجہ کار یورپ کی تمدنی نقالی و تقلید سے نہ تو مادی ترقی نصیب ہو سکی اور نہ ہی قوم عروج سے آشنا ہوئی۔

مغرب جس کا کلچر دوسرے ممالک کے لیے باعث تقلید ٹھہرا، وہ خود اسی کے ہاتھوں بے چین بے قرار ہے۔ مادر پدر آزادی اور بے ہنگم ناچ کود، انہیں روحانی سکون فراہم کرنے میں یکسر ناکام ہو چکا ہے اور

ایک ہمارے فرنگ زدہ رہنما ہیں جو اس کلچر کے ذریعے ملک کو عظمت کی بلندیوں پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں اور قوم کو اتحاد و یگانگت سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں۔ خدارا! ہوش کے ناخن لیجئے! قوم میں حیاء و ایمان کی جو رمق موجود ہے اسے باقی رہنے دیجئے۔ بصورت دیگر سب کچھ لٹا کر ہوش میں آنے سے کیا فائدہ۔

ہمارا مغربی دلدادہ طبقہ ہندوستان کے کلچر کی شہرت کے گن گاتا ہے اور اس کی مخالفت پر ناک بھوں چڑھاتا ہے لیکن ان حقائق سے کیوں چشم پوشی کرتا ہے کہ گزشتہ سال جب ہندوستان میں مقابلۂ حسن منعقد ہوا تو خود ہندستان ہی کے باسیوں نے اسکی بھرپور مخالفت کی تھی۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب ہندوستانی ٹیلی ویژن نے جنسی تعلیم پر مبنی پروگرام شروع کرنا چاہے تو ہندوستانی عوام نے ہی حکام کی یہ خواہش ناکام بنا دی تھی۔ ہندو مسلم تہذیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ناچ گانا ہندو تہذیب کا حصہ ہے اور یہی اطوار ہم اپنالیں تو پھر علیحدہ خطۂ ارض حاصل کرنے کی کیا ضررت تھی؟ یہ کام تو متحدہ ہندوستان میں بخوبی سرانجام دیا جا سکتا تھا۔ یہ تلخ حقیقت بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جو طبقہ ہندوستانی فلموں کا دیوانہ ہو اور جن کے آئیڈیل بھارتی ایکٹرز اور ایکٹریس قرار پائیں تو کیا ہم اس سے یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ کشمیر کو بھارت کے پنجے سے چھڑانے کے لیے سینہ تان کر میدانِ عمل میں کود پڑیں گے۔ ہرگز نہیں، یہ سراسر دیوانے کا خواب ہے۔ جنگ محض طاقت اور وسائل کے بل بوتے پر نہیں لڑی جاتی بلکہ اس میں جذبۂ شوقِ شہادت کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

اب یہودیت اور عریانیت لازم و ملزوم ہو چکی ہے۔ بالی وڈ پر ان کا مکمل ہولڈ ہے۔ جس کے ذریعے وہ بالخصوص مسلم دنیا کو بے راہ روی کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں۔ نیوڈ فلموں کو دھڑا دھڑ پھیلایا جا رہا ہے اور یہی کام ہماری سرحد کے پار بھی کیا جا رہا ہے۔ حالیہ پابندیوں پر مشروب ساز کمپنیوں، پیپسی کولا اور کوکا کولا کی طرف سے بھی احتجاج سامنے آیا ہے۔ میڈیا سے جہاں ان کمپنیوں کے مالی مفادات وابستہ ہیں۔ وہاں یہ اپنے مذاہب، یہودیت اور عیسائیت کے مذموم مقاصد کے فروغ کے لیے بھی کام کرتی ہیں۔ ان کا احتجاج تو سمجھ میں آتا ہے لیکن پاکستانی لکھاریوں کا واویلہ ناقابل فہم ہے۔ "جنون میوزیکل گروپ" کے سلمان احمد نے اپنے پروگراموں پر پابندی کے حوالے سے کہا ہے کہ:

"نوجوان ایسی کوئی پابندی قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ میوزیکل گروپوں نے عموماً اور جنون گروپ نے خصوصاً روحانیت اور حب الوطنی کے جذبات پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ہے جبکہ لبنیٰ جرار نقوی کا کہنا ہے کہ: "ان پروگراموں میں ایسی کوئی قابل اعتراض چیز نہیں تھی۔ پابندیوں کے بعد یہ چینل بور پروگرام پیش کر رہے ہیں"۔ آپ نے یہ بیانات ملاحظہ کیجئے۔ ان پر سوائے انا اللہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں پی ٹی وی کی ایم ڈی رعنا شیخ اپنی بے باکی اور قابل اعتراض پروگراموں کی تشکیل و ترتیب کے سلسلے میں اکثر عوامی حلقوں اور بالخصوص مسلم لیگ کا ہدف تھی۔ لیکن اب

مسلم لیگ کے اپنے دور اقتدار میں کچھ پروگراموں پر پابندی کے باوجود تاحال ایسے پروگرام زور و شور سے جاری ہیں کہ انہیں دیکھ کر پابندیوں پر تنقید کرنے والوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ پی ٹی وی کراچی سنٹر سے انور مقصود کا تحریر کردہ مزاحیہ ڈرامہ "سچے" ان نام نہاد پابندیوں کا منہ چڑاتا نظر آتا ہے۔ اس ڈرامہ میں ایسے ایسے فحش اور ذو معنی جملے ادا کیے جاتے ہیں کہ رائٹر کی سینہ زوری، سنسر حکام کی بے نیازی اور عوام کی شرمساری قابلِ دید ہوتی ہے۔ اور اس پر مستزاد خاندانی منصوبہ بندی والوں کا شرمناک "چابی والا" اشتہار ہے کہ جب سکرین پر آتا ہے تو اہلِ خانہ شرم کے مارے سر جھکا لیتے ہیں لیکن اربابِ اختیار کے سروں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

حیرت ہے کہ مذکورہ طبقہ اب بھی یہ کہتا ہے کہ ٹی وی بور پروگرام پیش کر رہا ہے۔ رہا سوال ان پابندیوں کے نتیجے میں لوگوں کا ڈش کی طرف رجحان ہو جانے کا۔ تو جناب والا! کون ڈش رکھنے والا پی ٹی وی کی نشریات پہلے دیکھا کرتا تھا۔ جواب دیکھے گا۔ اب تو پاکستان میں یہ مطالبہ بھی زور پکڑنے لگا ہے کہ انڈیا کی طرح پاکستان میں بھی بغیر لائسنس ڈش رکھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

حیرانی ہے کہ ہمارے معاشرے کہ یہ فہمیدہ افراد یورپی سوسائٹی کی اخلاقی پستی و رسوائی، ان کے احوال و اعمال اور نتائج و عواقب دیکھتے ہوئے بھی کیوں جیتے جی گمراہیوں کی اتھاہ گہرائیوں کے باسی بننا چاہتے ہیں۔ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے، روشنی کی کوئی ٹمٹماتی کرن قریب نہیں پھٹکتی۔ یہ لوگ ایسا معاشرہ کیوں نہیں تشکیل دینا چاہتے۔ جہاں محبت و رحمت ہو، آسودگی و خوشحالی ہو، عفت و عصمت ہو۔ تہذیب و اخلاق اور ایمان و اتحاد ہو۔ جہاں سدا بہار سکون بخش گلہائے تر کی عطر بیز خشبوئیں اور روح و وجدان کو ٹھنڈک و طمانیت بخشنے والے بادِ بہاری کے جھونکے اہلِ وطن کو ہمیشہ کیف و سرور بخشیں۔ امن و آشتی جہاں کا مقدر ہو اور نا آسودگی، بے سکونی و منافرت، گمراہی اور ارتداد جس کے قریب نہ پھٹکے۔

خدا کرے کہ مری ارض پاک پر اترے
وہ فصلِ گل کہ جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

.... خدا کرے۔ آمین

بقیہ از ص ۹

بقیہ از ص ۹

آج ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ کوئی مولوی کوئی پیر، کوئی سرمایہ دار، کوئی مل مالک، کوئی زمیندار، کوئی سید زادہ، اس سنت کو، اس معاشرتی قانون کو، رحمت للعالمین کی اس اداء سر سبد کو عمل میں کیوں نہیں بساتا؟ جو شخص معاشرے میں یہ حسن پیدا کریگا اسی کی آخرت حسین و جمیل اور پر نور ہو گی۔ وہ شخص حشر کے دن نبی کریم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ رحمت میں ہو گا۔ اے کاش ہم سب اس حقیقی خوشی کو حاصل کر سکیں۔

روداد
احمد معاویہ

شہیدوں اور غازیوں کے دیس میں عید

جمعرات کے دن افغانستان میں عید تھی، اس لیے صبح صبح نہا دھو کر نئی پوشاک پہن کر باہر نکلے تو سرکاری گاڑیاں ہمیں قندھار کی سب سے بڑی عید گاہ تک لے جانے کے لئے تیار تھیں۔ ہفت روزہ "ضربِ مومن" کا وفد جس میں محترم مفتی عبدالرحیم صاحب، استاذ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب، مفتی محمد طاہر شاہ صاحب اور "ضربِ مومن" کے اداری رکن جناب عادل اور ایک دوسرے ساتھی شامل تھے جبکہ "نقیبِ ختمِ نبوت" کی نمائندگی کے لئے راقم بھی اس قافلہ میں شامل تھا۔ حرکتہ الانصار کے مرکزی کمانڈر مولانا عبدالجبار ہمارے ہمراہ تھے۔ گاڑیاں ہمیں سرکاری رہائش گاہ سے لے کر باہر نکلیں تو قندھار اور مضافات کے عوام ہجوم در ہجوم، بچے بوڑھے، نوجوان سب کا رخ ایک ہی جانب مرکزی عید گاہ کی طرف تھا جہاں آج امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر مجاہد نماز پڑھانے والے تھے............ یہ کسی غلام ملک کے غلاموں کی عید نہ تھی بلکہ ایک آزاد ملک کی آزاد فضاؤں میں یوم عید منایا جارہا تھا۔ ہر خورد و کلاں کے چہرے اس حقیقی خوشی و مسرت سے تمتمار ہے تھے، کیا امیر و غریب، بچے بوڑھے، جوان سب کے چہروں کی سرخی اس بات کی غماز تھی کہ آج ان کی مسرت بیکراں ہے۔ انہیں حقیقی آزادی مل چکی ہے جس کے وہ طالب تھے۔ عین اسی سمے جب معصوم بچے اپنے والد کی انگلی تھامے عید گاہ کی جانب رواں دواں تھے۔ میرا ذہنی رشتہ آج سے اٹھارہ انیس برس قبل کی جانب پلٹ گیا۔ تب وقت کے ایک ظالم و جابر اور شیطان صفت ملک جسے دنیا روس کے نام سے جانتی ہے نے اچانک افغانستان جیسے غیور و جسور ملک پر حملہ کر دیا اور آن کی آن میں پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔ وہ گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا تھا، اس کا خیال تھا کہ وہ سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ اور خلیج کے گرم پانیوں پر قبضہ کر لے گا۔

روسی فوجوں نے ظلم و ستم کی وہ تاریخ رقم کی کہ ہلاکو اور چنگیز بھی ان کے سامنے شرما جائیں، افغانوں کو کئی کئی سو کی تعداد میں ایک لائن میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دیا جاتا۔ والدین کے سامنے عفت مآب بچیوں کی آبروریزی کی جاتی اور پھر انہیں گولی سے شوٹ کیا جاتا، بستیوں کی بستیاں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ افغانستان میں جا بجا ایسے کھنڈرات دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں کبھی خاندان آباد تھے۔ آج ان بستیوں کی گرتی دیواریں ماضی کی کہانی زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں۔ ان ظالم روسیوں کے مقابلے میں نہتے افغانوں نے کلہاڑوں، ڈنڈوں، تلواروں اور غلیلیوں کی مدد سے روسی استبداد کے مقابلے

کی ابتدا کی۔ یہ افغانوں کی استقامت اور پامردی تھی کہ دنیا نے پھر وہ دن دیکھا کہ روس جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، یوں تتر بتر ہوا کہ اپنا وجود برقرار رکھنا اسے مشکل ہو گیا۔

افغانوں کی قوت ایمانی سے روسی استعمار بھاگ گیا مگر اب برسوں کی چھپی ہوئی خواہشات نے سر اٹھا لیا جو بڑے بڑے افغان لیڈروں اور کمانڈروں کے سروں میں سمائی ہوئی تھیں، ہر کمانڈر کی خواہش تھی کہ وہ دوسرے کے علاقے کو ہڑپ کر جائے اور ہر بڑے لیڈر کی تمنا کہ وہ کابل کا تخت نشین ہو۔ اسی کشمکش میں افغانستان کے شہر ایک مرتبہ پھر کھنڈرات میں تبدیل ہونے لگے۔ عوام کا جینا اپنوں کے ہاتھوں دو بھر ہو گیا۔ لوگ ان لیڈروں اور کمانڈروں کی بربادی کی دعائیں مانگنے لگے۔ پھر شاید ان لوگوں کی آہیں، سسکیاں اور دعائیں اللہ کے حضور منظور ہوئیں اور قندھار کی ایک نواحی بستی سے "ملا عمر نام" کا ایک نجات دہندہ اٹھا۔ اس نے ظالم کمانڈروں سے حق حکمرانی چھینا اور اللہ کی سرزمین پر اللہ کی نازل کردہ شریعت کو نافذ کیا، عوام کو ڈاکوؤں چوروں، اچکوں سے تحفظ فراہم کیا، اپنے زیر قبضہ علاقوں میں امن اور سکون قائم کیا، پھر آہستہ آہستہ ملا عمر کے قدم بڑھنے لگے، لوگ اس مجاہد کے مطیع ہونے لگے......مگر یہ سب اچانک اور فوراً نہیں ہو گیا۔ اپنے ملک میں اسلام کے نفاذ کے لئے اس اللہ کے بندے کو ایک ایک قدم پر کئی ساتھیوں کی قربانیاں پیش کرنا پڑیں۔ قدم قدم پر ایسے ایسے دلخراش، اذیت ناک حالات پیش آئے اور دشمن کے ایسے سفاکانہ مظالم سامنے آئے کہ بڑے سے بڑے اولوالعزم انسان کے قدم اکھڑ جائیں۔ ان طالبانِ حق و صداقت اور مجاہدینِ راہ حق کو مسعود اور دوستم کے کمیونسٹ فوجیوں نے اس طرح شہید کیا کہ مجاہدین کی ٹانگوں کو دو جیپوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ باندھ دیا جاتا اور گاڑیوں کو مخالف سمتوں میں دوڑا دیا جاتا۔ اس طرح محض اعلاء کلمۃ اللہ کی پاداش میں ان کے زندہ جسموں کو چیر کر دو لخت کر دیا گیا۔ حزب وحدت کے جنونی رافضیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دیرینہ بغض و عداوت کی آتش یوں ٹھنڈی کی کہ مزار شریف میں دروازہ بلخ کے قریب زراعت کے علاقہ میں واقع اپنے قائد عبدالعلی مزاری کے مقبرے پر طالبان قیدیوں کو لے جایا جاتا انہیں قبر کے قریب کھڑا کر کے وحشیانہ انداز میں نعرے لگاتے، مزاری کی قبر کو مخاطب کر کے کہتے! مزاری بتاؤ!...... تمہاری روح کیسے قرار پائے گی؟...... کیا ہم ان کے ناک کاٹ دیں؟...... کان کاٹ دیں؟...... آنکھیں نکال دیں...... پھر مجنونوں کی طرح رقص کرتے ہوئے ان زندہ انسانوں کے اعضاء کاٹ کر پھینک دیئے جاتے۔ اس پر بھی حسن بن صباح اور مختار ثقفی کی اس خبیث اولاد کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوتا تو قدیم زمانے میں زندہ انسانوں کو دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھانے کی رسم کے اتباع میں ان بریدہ وجود مظلوم طالبان کو مزاری کی پختہ قبر پر لٹا کر ذبح کر دیا جاتا......چہار آسیاب، شبرغان و دشتِ لیلیٰ،

پروان وچار یکار اور مزار شریف کے کوہ و دمن اور بلند و بالا فصیلوں والی جیلیں طالبان قیدیوں اور شہداء کی مخفی داستانیں پکار پکار کہہ رہی ہیں کہ وہ کونسا ظلم اور جبر ہے جسے طالبان پر آزمایا نہیں گیا۔ عربی کا شعر ہے

دین تشیده الجماجم والدم

تتهدم الدنیا ولا یتهدم

دین، وہ دین جس کی جڑوں میں خون اور ہڈیوں کی کھاد ڈالی جاتی ہے پوری دینا زیروزبر ہوجائے وہ دین کبھی نہیں مٹ سکتا۔ طالبان نے شجر اسلام کو تناور کرنے کیلئے خون کا پانی اور ہڈیوں کی کھاد ڈالی۔ میں انہی خیالات میں مگن تھا کہ اچانک مولانا عبدالجبار نے کہا اتریے عید گاہ آگئی۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ باہر نظر دوڑائی تو حد نگاہ تک پگڑیوں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین چہروں کی فصل بہاراں دکھائی دی جلد ہی ہمیں نماز عید کے لیے طالبان حکام کے مخصوص حلقے میں لیجایا گیا۔ جس کے چاروں طرف کلاشنکوفوں سے مسلح پہریدار پوری مستعدی سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ آج یہاں عالمِ اسلام کے "عظیم دہشت گردوں" کا اجتماع تھا، ایک سے بڑھ کر ایک بڑا "دہشت گرد" آتا اور جہاں خالی جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ افغان وزیر خارجہ ملا محمد حسن ،وزیر اطلاعات امیر متقی خان والیٔ قندھار ملا محمد حسن رحمانی وزیر اوقاف وحج مفتی محمد معصوم، ملا عبدالجلیل اور دیگر "بڑے بڑے دہشت گرد" جو یورپ و امریکہ کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکتے ہیں چلے آرہے تھے۔ ہاں ایک بہت بڑے دہشت گرد کی آمد باقی تھی یہ دہشت گرد ہے سب پہ بھاری، جس سے پورا عالم کفر سخت لرزہ براندام، جس کا نام سنتے ہی یورپ کی پتلونیں ڈھیلی ہونے لگتی ہیں وہ نام ہے

"امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاھد المتوکل علی اللہ الاکبر"...... تھوڑی دیر میں وہ بھی پہنچ گئے مگر یوں کہ نہ ہٹو بچو کی صدا، کوئی امتیازی شان، نہ تکبر وغرور کا نام ہاں!.... عاجزی ہی عاجزی، انکساری ہی انکساری، شاید چار ساڑھے چار لاکھ کے اس مجمع میں اس سے زیادہ منکسر اور عاجزانسان نہ ہوگا۔ آئے تو یوں کوئی اندازہ بھی نہ کرپائے کہ یہ امیرالمؤمنین ہیں، بیٹھے تو یوں کہ جیسے کسی استاذ کے سامنے نہایت ہی باادب اور شریف شاگرد بیٹھا ہو، ایسا بے ضرر انسان، جس سے امریکہ یوں خوف زدہ ہے جیسے گیدڑ شیر سے۔

صَدَقَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تواضع للہ رفعہ اللہ

جو انسان محض اللہ کی رضا کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ اسے اسی طرح رفعت و بلندی عطا فرماتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذالحدیث مولانا فضل محمد نے حضرت امیرالمؤمنین کی موجودگی میں پشتو زبان میں ولولہ انگیز خطاب فرمایا، جس کا ماحصل تحریض علی الجہاد اور مغربی استعمار کا

مقابلہ تھا۔ مولانا کا خطاب پشتو زبان میں ہونے کے باوجود دل چاہ رہا تھا کہ خطاب کچھ دیر اور جاری رہے۔ مگر انہوں نے جلد ہی ختم کر دیا۔ مولانا کے خطاب کے بعد حضرت امیر المؤمنین کی جانب سے اہل اسلام کے نام ان کا خصوصی پیغام پڑھا گیا۔ یہ پیغام ایک اسلامی فلاحی یاست کے فرمانروا کا تھا نہ کہ امریکہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے والے کسی صدر یا وزیر اعظم کا روایتی عیدی پیغام! آپ بھی پڑھیے.........

مسلمانان ہم وطن!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے آپ تمام بھائیوں کو رمضان المبارک اور عید الفطر اور امارت اسلامیہ افغانستان کے اسلامی اقدامات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ آپ کی تمام فرض و نفل عبادت قبول فرمائے۔ عید کے ایام اللہ کی رحمت، برکت اور خوشی کے دن ہیں اس خوشی میں شریک تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مفلسوں، غریب پڑوسیوں اور خاص طور پر بیواؤں اور یتیموں کو بے سہارا نہ چھوڑیں۔

مسلمانو! اس دنیا میں آنے کا اصل مقصد اسلام اور اہلِ اسلام کی خدمت ہے نہ کہ کرسی، منصب اور عزت، یاد رکھو! کتنے ہی لوگ رسوا ہو گئے جنہوں نے کرسی اور جاہ کو اپنے دل میں جگہ دی، آئندہ بھی اگر کوئی جاہ اور منصب کا خیال لائے گا تو وہ گمراہ اور رسوا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو صرف دین وراثت میں ملا ہے نہ کہ محض کرسی اور منصب۔ مسلمان بھائیو! آج افغانستان کے ایک بڑے حصے میں اسلامی نظام حاکم ہے جس کی وجہ سے تم اطمینان اور خوش حالی کی عید گذار رہے ہو۔ اس موقع پر ان مظلوم مسلمانوں کو مت بھولو جو مختلف علاقوں میں ظالموں کے زیر تسلط ہیں اور اپنی جان مال اور عزت کے دفاع کی طاقت نہیں رکھے۔ تم اس موقع پر ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے کا عہد کرو۔ میں اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تمام لوگوں کو جو مختلف مجبوریوں یا ظالموں کے دباؤ کی وجہ سے امارت اسلامی کے مقابل مختلف دھڑوں کی صفوں میں ابھی تک شامل ہیں۔ عقلِ سلیم کی طرف دعوت دیتا ہوں تا کہ وہ بغاوت سے ہاتھ کھینچ لیں اور اسلام وملت کی خدمت کے لئے کمر باندھ لیں

آخر میں ایک بار پھر مبارک باد دیتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام: خادم الاسلام والمسلمین

ملا محمد عمر مجاہد

کتنا سادہ اور پُر خلوص پیغام ہے، الفاظ کی مینا کاری ہے نہ رعایت لفظی۔ لیکن ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اس پیغام کے بعد ایک ملا صاحب نے نمازِ عید کی ترتیب اور نیت کے متعلق

عوام کو آگاہ کیا- چند لمحوں بعد پورا مجمع حضرت امیر المؤمنین کی اقتدا میں نماز عید پڑھنے کے لئے رو بقبلہ کھڑا تھا- حضرت امیر المؤمنین نے نماز شروع کی، اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز کیلئے ہاتھ بلند کئے اہل اسلام کا ایک شرعی امام و حکمران صدیوں بعد اللہ کی حمد و ثنا اور کبریائی کا اعلان کر رہا تھا، قیام، رکوع و سجود میں وہ خشوع خضوع نصیب ہوا کہ بیان سے باہر ہے- جب اللہ وحدہ لاشریک کی بڑائی کا اعلان کرتے ہوئے سجدہ میں گئے تو محسوس ہوا یہ سجدہ فرش پر نہیں عرش پر ہو رہا ہے........ آج ہماری خوشی انتہا پر تھی اور مسرت بیکراں آج وہ سجدے نصیب ہوئے جن کی تمنا کرتے ہوئے بہت سے لوگ عالم آخرت کو سدھار گئے- آزاد ملک کی آزاد فضاؤں میں مسلمانوں کے شرعی امیر و حکمران کی اقتداء میں، مجاہد و غازی اور شہدا کے والدین کی معیت میں........ کتنے ہی لوگ ہوں اس مجمع میں........ کسی کا بیٹا شہید ہوا ہو گا تو کسی کے باپ نے اللہ کی راہ میں جان قربان کی ہو گی- یا کسی کے بھائی اور کسی پاکباز خاتون کے شوہر نے ایسے ہی اسلامی معاشرہ کے قیام کیلئے راہ حق میں اپنی جان وار دی ہو گی .... آج دل چاہا........

آج سجدوں کی انتہا کردوں
شوق مٹ جائے، یا جبیں نہ رہے

نماز عید کے بعد خطبۃ الفطر پڑھا گیا اور اس کے بعد دعا ہوئی........ پھر وہی روایتی خوشی کا اظہار، ہر چھوٹا بڑے کے گلے مل رہا ہے اور بڑا چھوٹے سے عید مل رہا ہے- ایک دوسرے کو تہنیت و مبارک باد پیش کی جا رہی ہے-

محترم مُلّا عبدالجلیل نائب وزیر خارجہ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ نماز عید کے بعد حضرت امیر المؤمنین سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کرائی جائے گی..... نماز عید کے بعد رش کچھ تھما تو امیر المؤمنین کے دفتر کی جانب روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی عید ملنے والوں کا بہت رش ہے اس لئے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ملاقات کیلئے آئیں گے- چنانچہ ایسا ہی ہوا ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر چلے گئے- کھانا وغیرہ تناول کیا، اس کے بعد ابھی تھوڑا آرام کیا ہی تھا کہ ملا عبدالجلیل کی طرف سے بلاوا آ گیا کہ ملاقات کیلئے پہنچ جائیں چنانچہ جلدی سے ہم گاڑی میں سوار ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کے فتر کی جانب چل پڑے........ جس عمارت میں حضرت امیر المؤمنین اور والیٔ قندھار ملا حسن رحمانی کے دفاتر ہیں خیال ہے کہ یہ عمارت مشہور افغان فرمانروا احمد شاہ ابدالی کے دور کی ہے- بہر حال یہاں پہنچ کر جناب ملا عبدالجلیل کی معیّت میں اس عمارت کی مختلف راہداریوں اور دروازوں کو عبور کرتے ہوئے ایک احاطہ میں پہنچے، اس احاطے کے ایک کونے میں (گھاس پھوس) کا بنا ہوا ایک چھپر نظر پڑا، مولانا عبدالجبار صاحب نے بتایا کہ یہاں حضرت امیر المؤمنین گرمیوں کے موسم میں تشریف رکھتے

ہیں.........پٹ سن اور (گھاس پھوس) کے بنے ہوئے اس چھپر پر گرمیوں میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے جس سے گرمی کی حدت کم ہو جاتی ہے، امیر المؤمنین یہیں بیٹھتے ہیں اور امور مملکت انجام دیتے ہیں۔ چلتے چلتے عمارت کے ایک دالان میں پہنچے جس کے ایک طرف حجرہ نما کمرے کا دروازہ کھلتا تھا، ملا عبدالجلیل پہلے کمرہ میں داخل ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کو پاکستانی وفد کی آمد کی اطلاع کی، پھر ہمیں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں داخل ہوئے تو کہیں شاہانہ کر و فر نظر آیا نہ حاکمانہ رعب داب، ایک نشست پر حضرت امیر المؤمنین تشریف فرما تھے تو دوسری جانب حضرت امیر المؤمنین کے چچا مولوی محمد انور بیٹھے تھے۔ جنہوں نے امیر المؤمنین کے والد گرامی کی وفات کے بعد بچپن میں انہیں پرورش کیا، تربیت و تعلیم دلائی، افغانستان کے ۲۲ صوبوں کا حکمران، اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بسنے والا ملا محمد عمر اپنے باپ بجا چچا کے سامنے نہایت مؤدب ہو کر بیٹھا تھا ہم اس حجرہ میں داخل ہوئے (حجرہ اس لئے کہ یہ چھوٹا سا کمرہ جس کا ماحول اتنا سادہ تھا کہ اس پر کسی مولوی کے حجرہ ہونے کا ہی گمان ہو رہا تھا) حضرت امیر المؤمنین وفد کے تمام ارکان سے نہایت شفقت و محبت سے ملے، معانقہ و مصافحہ کے بعد تمام احباب ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ محترم ملا عبدالجلیل صاحب نے ہماری ترجمانی کی پرسش حال احوال کا تبادلہ ہوا۔ جناب مفتی عبدالرحیم نے "ادارہ الرشید ٹرسٹ" کی جانب سے ۲۰ لاکھ کی خطیر رقم حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کی کہ طالبان کے ترقیاتی اور فلاحی کاموں میں جہاں چاہیں خرچ کریں۔

چند منٹ بیٹھنے کے بعد دعا کی درخواست کی گئی اس کے بعد اجازت لے کر باہر نکل آئے........ واپسی پر ایک بار پھر حضرت امیر المؤمنین نے تمام حضرات سے پہلے کی طرح معانقہ و مصافحہ کیا، اور ہمیں رخصت کیا۔

گذشتہ سال جب عید الفطر کے بعد کابل گیا تو طالبان کے مرکزی وزیر اطلاعات جناب امیر خان متقی سے انٹرویو بھی کیا، جو نقیب ختم نبوت کے صفحات کی زینت بن چکا ہے۔ انٹرویو کے بعد میں نے اپنی ڈائری ان کے سامنے رکھدی کہ اس پر آٹوگراف دیدیں ۔ انہوں نے ایک پشتو شعر لکھ کر دستخط کر دیئے، شعر تھا

لار که هر خومره ابزده وی ته خوځیږه

هغه کس پراه ته رسی چه کنبئی نه

ترجمہ: رستہ خواہ جتنا بھی طویل ہو اپنا سفر جاری رکھو، وہی شخص منزل پر پہنچتا ہے جو اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

بقیہ ص ۳۰ پر

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شاعری، محاسن و موضوعات

امیر المؤمنین خلیفۂ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں بلکہ آپ وقت کے متبحر عالم، فصیح و بلیغ خطیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، آپ کے اشعار ایک دیوان کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔

درج ذیل سطور میں ہم اولاً آپ کی حیاۃ مبارکہ پر مختصر روشنی ڈالیں گے، اس کے بعد آپ کی بلند پایہ شاعری کا ادبی مقام اور خصوصیات اور موضوعات آپ کے اشعار کے استشہاد کے ساتھ زیر بحث لائیں گے۔ اس سلسلے میں زیر نظر مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح حیات

ب۔ آپ کی شاعری کے محاسن و موضوعات

ا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ:

آپ کا مکمل نام و نسب یہ ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئ (۱)

آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے ہاں فاطمہ بنت اسد بن ھاشم کے بطن سے بروز اتوار، ہجرت سے تئیس سال قبل متولد ہوئے (۲)

آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کا نام "اسد" رکھا، (۳) اور آپ کے والد نے آپ کا نام علی رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے (۴)

ابو الحسن اور ابو تراب آپ کی کنیتیں تھیں لیکن آپ کو ابو تراب سب سے زیادہ پسند تھی کیوں کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے عطا کردہ تھی (۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ والدین کی طرف سے ھاشمی ہیں، آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، چوتھے نامور خلیفۂ رسول، اور چھوٹی عمر میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے بے مثال خطیب، عظیم سالار، صاحب فکر و بصیرت اور دیگر بے شمار فضیلتوں کے حامل تھے (۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصائص میں سے ایک یہ نمایا خصوصیت ہے کہ آپ بچپن ہی سے آغوش رسالت مآب میں آ گئے تھے، روایات میں آتا ہے کہ آپ کے والد کافی مالدار تھے

اور معاشی بدحالی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کا مالی بوجھ کم کرنے کیلئے ننھے علی کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا، اور ان کی خوش بختی کا یہ حسن آغاز تھا کہ زمانہ قبل از اسلام بھی آپ کسی بت کے سامنے نہ جھکے اور نہ کسی مشرکانہ رسم سے اپنے دامن کو آلودہ کیا۔(۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت علی کی عمر بمشکل دس گیارہ برس ہو گی چنانچہ آپ پیغام توحید و رسالت سنتے ہی ایمان لے آئے۔(۸)

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو آپ ہی کو اپنے بستر پر سلایا اور اہل مکہ کی امانتیں آپ کے سپرد کر گئے جو آپ نے صبح ہوتے ہی لوگوں کو واپس کر دیں اور چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے آئے(۹)

مدینہ طیبہ پہنچ کر جب تاجدار مدینہ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تو حضرت علی المرتضیٰ کی کفالت کا ذمہ یہاں بھی خود اٹھایا(۱۰) ایک رایت میں آیا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف سے رشتہ مواخات قائم کیا(۱۱)

دوسری صدی میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے دامادی کا شرف بخشا۔

غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور نہایت بے جگری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کی حیثیت سے معاہدہ حدیبیہ آپ کے دست مبارک سے ہی تحریر کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین آپ کے ہاتھوں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بھی مقرر فرمایا تھا۔

نبی آخر الزمان علیہ التحیہ والتسلیم کے اس دار فانی سے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں آپ عہدہ قضاء وافتاء پر مامور رہے۔ تینوں خلفاء راشدین کے ادوار میں مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے اور آپ کے مشوروں سے کئی داخلی اور خارجی امور سے متعلق انتظامی اور اصلاحی اقدامات کئے گئے۔

خلیفہ راشد سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت و شورش کے نازک مرحلے پر آپ نے ان کی بھرپور مدد کی، ان کی مدافعت میں خطبے دیئے، بلکہ اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ان کے مکان کی حفاظت پر مامور کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے مسلمانوں کے شدید اصرار پر مسند خلافت سنبھالی۔ آپ کے دور میں مسلمان مختلف جماعتوں میں بٹ گئے جس کی بنیاد قصاص عثمان کا

مطالبہ تھا۔ایک جماعت اسی مطالبہ پر حضرت معاویہ کے ساتھ تھی۔اس طرح ایک خارجیوں کا گروہ تھا جو آپ سے علیحدہ ہو کر طائفہ خارجیہ کہلایا اور اس طائفہ کے ایک فرد عبدالرحمن ابن ملجم نے ۴۰ھ میں آپ پر اچانک حملہ کر کے شہید کر دیا۔(۱۲)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات قرآن و سنت و خدا ترسی و تقویٰ میں کامل اسوہ تھی، آپ انتہائی سادہ، فیاض اور مہمان نواز تھے، شجاعت میں لاثانی اور فن حرب سے خوب واقف تھے۔ دینی و دنیاوی معاملات میں بڑے کھرے اور بے لاگ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سلف و خلف میں ہمیں کوئی فصیح و بلیغ و مقرر انشاء پرواز نہیں ملتا(۱۳)

ب۔ حضرت علی کی شاعری، محاسن و موضوعات:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہ صرف بلند پایہ انشاء پرداز، عظیم فصیح و بلیغ مقرر و خطیب تھے بلکہ شاعر بھی تھے (۱۴) شعراء میں اہم مقام رکھتے ہیں آپ بلاشک و شبہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں(۱۵)

آپ کی شاعری میں اسلامی رنگ نمایاں ہے، آپ نہایت ملیح استعارات استعمال کرتے ہیں، جاہلی شعراء کی طرح غریب اور مشکل الفاظ نہیں لاتے۔

زمانۂ جاہلیت کے موضوعات پر آپ نے کچھ نہیں بیان فرمایا بلکہ آپ کے موضوعات بالکل نئے ہیں جن پر مکمل طور پر اسلام کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی شاعری اگر دیوان العرب کہلاتی ہے تو حضرت علی کی شاعری آپ کے بلند کردار کی آئینہ دار ہے، آپ کے ہم عصر شعراء میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زھیر، حضرت خنساء رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔ آپ کی شاعری میں مبالغہ و تعقید لفظی و تعقید معنوی قطعاً نہیں ہے۔

آپ کی شاعری حب الہی، حب رسول، فخر و حماسہ، حکم و امثال، دنیا سے بے رغبتی، علم کی اہمیت و فضیلت، حقیقت پسندی، وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے، مخالفین کو جواب دیتے ہوئے کئی قصائد نظم کئے ہیں جن میں ھجویہ اشعار بھی ہیں، آپ نے مرثیہ اشعار بھی نظم کئے۔ چند غزوات کے حالات بھی منظوم ملتے ہیں، آپ کے اشعار ایک دیوان کی شکل میں مرتب ہو چکے ہیں۔

درج ذیل سطور میں آپ کی شاعری کے مختلف موضوعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند اشعار قارئین کرام کی خدمت میں پیش خدمت ہیں، ان سے شاعری میں حاصل شدہ کمال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ مناجات:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک پاکباز، پکے سچے مسلمان تھے، عشق الہی آپ کی گھٹی گھٹی

میں بھرا ہوا تھا، اس کا اظہار آپ کی منظوم مناجات سے ہوتا ہے، چنانچہ ایک قصیدہ میں گریہ وزاری کے انداز میں دعا گو ہیں، مصائب کا ذکر کرتے ہوئے حزن والم سے پناہ کی درخواست کی گئی ہے۔ بطور نمونہ دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

ویامن بہ اعتزازی ویامن بہ احترازی
من الذل وامخاذی والافات والمرازی
اعذ نی من الهموم (۱۲)

یعنی اے وہ ذات جس کے سبب میری عزت افزائی ہے اور جس کے سبب ذلت ورسوائی، آفات و مصائب سے میرا بچنا ہے، مجھے جملہ غموں سے پناہ دے۔

۲۔ مرثیہ:

نبی کریم مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقع پر مرثیہ کے درج ذیل اشعار منقول ہیں ان سے آپ کے حب رسول اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

نفسی علی زفراتها محبوسہ یالیتها خرجت مع الزفرات
لاخیر بعدک فی الحیواه وانها ابکی مخافةً ان یطول حیاتی (۱۷)

میری روح نالہ و فریاد میں گھری ہوئی ہے، کاش وہ نالہ و فریاد کی حالت میں نکل جاتی، آپ کی زندگی کے بعد کوئی لطف نہیں ہے، میں تو اس لیے روتا ہوں کہ میری عمر دراز نہ ہو جائے۔

فخریہ اشعار:

آپ نے فخریہ اشعار بھی کہے ہیں چنانچہ حضرت نبی علیہ الصلوہ والسلام کی قرابت، اپنی خاندانی شرافت اور مناقب عالیہ پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انا اخو المصطفیٰ لاشک فی نسبی ومعہ ربیت وسبطاه هما ولدی
جدی وجد رسول الله متحد وفاطمہ زوجتی لاقول ذی مند (۱۸)

ایک اور قصیدہ میں فرماتے ہیں

لقد علم الاناس بان سهمی من الاسلام یفضل کل سهم
انا البطل الذی لم تنکروه لیوم کریهة ولیوم سلم (۱۹)

بلاشبہ لوگوں کو علم ہے میرا اسلام میں حصہ ہر قسم کے حصہ سے فضیلت لے گیا ہے میں تو ایسا بہادر ہوں کہ تم نے جنگ کے دن یا صلح کے دن میرا (میری بہادری کا) انکار نہیں کیا۔

۴۔ علم کی مال و دولت پر فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کو مال و دولت پر ترجیح دیتے ہوئے اور اللہ کی تقسیم پر جو اس نے علم اور رزق کے بارے میں کی ہے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رضینا قسمہ الجبار فینا　　لنا علم وللا عداء مال

فان المال یفنی عن قریب　　وان العلم باق لایزال (۲۰)

ہم اپنے درمیان اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں، ہمارے لیے تو علم ہے اور مخالفین کیلئے (ایک روایت میں للجہال کا لفظ بھی وارد ہوا ہے) مال ہے پس مال تو عنقریب فنا ہو جائیگا اور علم ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

(۵) اپنی جواں مردی اور بہادری کا دعویٰ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صید الملوک ارانب وثعالب　　واذرکنیت فصیدی الابطال (۲۱)

بادشاہوں کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہوتی ہیں اور جب میں سوار ہو جاؤں تو میرے شکار بہادر مرد ہوتے ہیں۔

۶۔ توحید و توکل:

اللہ کی ذات واحد پر توکل کرنے اور جملہ امور میں اسے مالک و قادر سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واسترزق الرحمن من فضلہ　　فلیس غیر اللہ بالرازق

من ظن ان الرزق فی کفہ　　فلیس بالرحمن بالواثق (۲۲)

اور رحمن کے فضل کی روزی مانگ، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی روزی دینے والا نہیں، جس نے یہ سمجھا کہ روزی اس کے ہاتھ میں ہے تو وہ اللہ پر اعتماد کرنے والا نہیں۔

(۷) آپ کی شاعری میں کئی حکیمانہ اشعار ملتے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

ولاخیر فی ودامری متلون　　اذا الریح مالت مال حیث تمیل

اور رنگین مزاج آدمی کی محبت میں کوئی بھلائی نہیں۔ جس جانب کی چلتی ہوا دیکھے گا ادھر جھک جائیگا۔

(۸) دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہوئے اور بخل و حرص سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے بہترین پیرائے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

فان تکن الدنیا تعد نفیسۃً　　فدار ثواب اللہ اعلیٰ وانبل

وان تکن الاموال للترک جمیعھا　　فما حال متروک بہ المر یبخل (۲۳)

اگر دنیا کو نفیس خیال کیا جاتا ہے تو اللہ کے ثواب کا مقام (یعنی جنت) تو اس سے بلند و برتر ہے، اور

اگر تمام مال چھوڑنے کیلئے ہے تو ایسے متروک مال کی کیا وقعت ہے کہ انسان اس پر بخل کرتا رہے۔

(۹) جب ہم اسلامی دور کے شعراء کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ قرآن واحادیث کی تراکیب استعمال کر کے اپنے کلام کو مزین کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی شاعری میں اس بہترین اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ بطور مثال اشعار ملاحظہ ہوں۔

اباالھب تبت یداک اباالھب ۔ وصخرہ بنت الحرب حمالہ الحطب (۲۴)

اے ابولہب تیرے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور صخرہ الحرب (ابولہب کی بیوی) کے بھی ہاتھ شل ہوں جو ایندھن اٹھانے والی ہے، اس شعر میں قرآنی ترکیب

"تبت یدا ابی لھب و تب" ہے۔(۲۵)

کما ھارون من موسیٰ اخوہ کذالک انا اخوہ وذک اسمی (۲۶)

جیسے ھارون موسیٰ کے بھائی تھے ایسے ہی میں آپ کا بھائی ہوں اور یہی میرا نام ہے" اس شعر میں ترکیب حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلہ ھارون من موسی

(۲۷) یعنی آپ کا مقام ومرتبہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے ہاں ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ اسلام کا تھا۔ اس قول میں قرابتی مشابہت ہے ورنہ آپ نبی علیہ الصلوہ واسلام آخر آلزمان ہیں تاقیامت آپ کے بعد کوئی اس عظیم مصنب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

مصادر ومراجع

(۱) دیکھئے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۳/ص ۱۹ مطبع دار صادر بیروت و ابن حزم جمہرہ انساب العرب، ص ۱۱۔ طبع مصر

(۲) ابن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک ج ۲/ص ۳۱۲۔ طبع مصر

(۳) ابن سعد، الطبقات ۳/۱۹۔

(۴) بحوالہ سابق

(۵) ابن ھشام، السیرہ النبویہ "القسم الاول، ص ۵۹۹، طبع مصر

(۶) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ الذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۹۹، ابن سعد "الطبقات" ۳/۱۹ السیوطی: تاریخ الخلفاء ص ۱۶۷ ومابعد۔

(۷) العقاد عباس محمود "عبقریہ الامام علی رضی اللہ عنہ ص۔ ۳۴ بجے طبع بیروت

ابن ھشام، السیرہ النبوی " ۱/۲۵۷، البلاذی انساب العرب ۱/۱۲۱؛ ابن سعد: "الطبقات" ۳/۲۱

(۹) ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۳/۷ ۱۹
(۱۰) ابن سعد الطبقات "۳/۲۲
(۱۱) ابن سعد الطبقات ۲/۲۳
(۱۲) احمد بن داؤد الدینوری الاخبار الطوال "ص ۲۱۴ طبع مصر
(۱۳) احمد حسن زیات، تاریخ الادب العربی، ص ۲۸۵ طبع لاہور
(۱۴) جرجی زیدان تاریخ آداب اللغۃ العربیہ" ۱/۲۲
(۱۵) عمر فروخ، تاریخ الادب العربی" ۱/۳۰۹ طبع مصر
(۱۶) دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۱۱۲، طابع غلام علی اینڈ سنز لاہور
(۱۷) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۳۱
(۱۸) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۴۶
(۱۹) دیوان علی رضی اللہ عنہ ۱۲۱، ۱۲۲
(۲۰) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۹۵
(۲۱) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۱۰۳
(۲۲) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۲۲
(۲۳) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۸۹
(۲۴) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۳۲
(۲۵) سورہ لھب: ۱
(۲۶) دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۱۲۱
(۲۷) الخطیب، ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح ۲/۴۴۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

بقیہ از ص ۲۳

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اس وقت عالم اسلام کے سب سے عظیم انسان سے ملاقات کی سعادت نصیب ہو گئی۔ طالبان نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مراد کو پا لیا اور اپنے ملک میں خلافت اسلامیہ کو قائم کر دیا.....مگر یہی سفر سب سے عظیم ہے کہ اس راہ میں ایثار و قربانی، کے سوا کچھ نہیں، قدم قدم پر مصائب، مشکلات، دشمن کی سازشیں، اپنوں کی بغاوتیں، اپنے مہیب جبڑے کھولے کھڑی ہیں اور ان سے گذر کے اپنی منزل کو پہنچنا ہے........ بس مختصر یہ کہ

اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

قادیانیت اور صہیونیت کا گٹھ جوڑ

(۱۹۷۳ء کی ایک یادگار تحریر)

برصغیر کی دینی و سیاسی جماعت مجلس احرار اسلام نے ان فتنوں سے بہت پہلے خبردار کیا تھا۔ (مجاہد الحسینی)

مکہ معظمہ کے روزنامہ "الندوۃ" نے مسئلہ قادیانیت پر سعودی عرب اور ممالک اسلامیہ کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے جس کا عکس شریک اشاعت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ "قادیانیت' صیہونیت' اور یہودیت کے درمیان خفیہ رابطے موجود ہیں اور ان کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کررہا ہے۔ یہ مشترکہ بیان روزنامہ "الندوۃ" کی ۱۶ جون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ بیان دینے والوں میں نائجیریا کے علماء دین الشیخ سید امین لجی' الشیخ حسن المشاط' اور الشیخ ابوبکر جرمی اور سعودی عرب کے علماء میں سے الشیخ محمد علوی المکی' الشیخ اسماعیل زین' الشیخ محمود ندیم الطرازی' الشیخ عبد اللہ بن سعد' اور نائجیریا کے مسلمانوں میں سے الشیخ محمد نور سیف' الشیخ حسنین المخلوف مفتی مصر السابق۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ اسلام اور وحدت اسلامیہ کے خلاف قادیانیت برسر پیکار ہے چونکہ مسلمان استعماری طاقت کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہے ہیں اس لئے انگریزی استعمار نے قادیانیت کو پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کا "جذبہ جہاد کمزور کیا جائے آج قادیانیت اور یہودیت و صیہونیت کے درمیان خفیہ اور گہرے مضبوط رابطے موجود ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرکے اسلامی قوت کو بالکل ختم کردیا جائے اس غرض کے لئے مختلف عرب ممالک میں بھی قادیانیت کے مراکز کام کررہے ہیں اور اسرائیل کے زیر قبضہ مصری' شامی' اردنی علاقوں میں بھی قادنیت کے مراکز قائم ہیں اور قادیانی اپنے اغراض و مقاصد کے لئے کروڑوں روپے صرف کررہے ہیں۔ مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ حال ہی میں قادنیوں نے اپنا مرکز افریقہ منتقل کرلیا ہے اور افریقہ میں مسلمان مبلغین کی تعداد ناکافی ہے اس لئے خدشہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ مرکز افریقی مسلمانوں

کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں کرنی چاہئیں۔ ہم تمام اسلامی حکومتوں اور جماعتوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قادیانیت کے زبردست خطرہ کو پہچانیں اور اس کے مقابلے کا چیلنج قبول کریں۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں کی حدود میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور قادیانیت کے خلاف جہاد کے لئے مکہ معظمہ کو مرکز بنایا جائے۔

ہم عالم اسلامی کی ان ممتاز دینی شخصیات کے پورے متفق اور موید ہیں جہاں تک قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ کا تعلق ہے ممکن ہے دنیائے اسلام کے بعض علماء کرام کے لئے انکشاف کا درجہ رکھتا ہو کیوں کہ وہ حضرات ان فتنوں سے دیر بعد مطلع ہو سکے ہیں لیکن برصغیر پاک و ہند کے علماء کرام تو ایک مدت سے قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ اور ان فتنوں کی خطرناکیوں سے ملت اسلامیہ کو خبردار کر رہے ہیں۔

برصغیر کی مذہبی اور سیاسی جماعتوں میں سے مجلس احرار اسلام وہ پہلی دینی جماعت ہے جس نے قیام پاکستان سے بہت پہلے قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ کا نہ صرف انکشاف کیا تھا بلکہ نشان دہی کی تھی کہ اگر ہندوستان سے قادیانیت اور مشرق وسطے سے صیہونیت کے فتنے ختم نہ کئے گئے تو نہ برصغیر میں مسلمانوں کی ملی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی صیہونیت کی سازشوں اور ان کی جارحانہ سرگرمیوں کے باعث عالم اسلام کی آزادی قائم رہ سکتی ہے --- چنانچہ مجلس احرار اسلام نے برطانوی سامراج کے پنجہ استبداد سے آزاد کرانے کے لئے فلسطین کی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ اور اہل اسلام کو خبردار کیا کہ مغربی طاقتیں فلسطین کا وجود ختم کرکے صیہونی ریاست اسرائیل قائم کرنے کے خوفناک منصوبے بنا رہی ہے۔ چنانچہ بعد میں یہودی فتنہ گروں نے فلسطین کی آزادی سلب کرنے اور اسرائیل کے قیام کے سلسلہ میں جو جو حرکتیں کیں مجلس احرار اسلام کے ذی بصیرت و فراست رہنماؤں چوہدری افضل حقؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، شیخ حسان الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا مظہر علی اظہر، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری اور اس دور کے دیگر احرار رہنماؤں نے قادیانیت اور صیہونیت کے فتنوں سے قوم کو آگاہ کرنے میں کوئی

دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ ادھر مشرق وسطی میں السید جمال عبدالناصر مرحوم سابق صدر متحدہ عرب جمہوریہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے قادیانیت اور صیہونیت کے فتنوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر ان کے انسداد کے لئے موثر کارروائی کی تھی چنانچہ مصر میں قادیانیت اور صیہونیت دونوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ بعد ازاں قادیانیوں نے اپنا دفتر تل ابیب (اسرائیل) میں قائم کرلیا اور پاکستانی جماعتوں یا فرقوں میں سے صرف قادیانیت واحد تنظیم ایسی ہے کہ پاکستان کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود اس ملک کی ایک جماعت کا دفتر ربوہ اور اسرائیل دونوں جگہ قائم ہے اور دونوں مقامات کے لوگوں کی آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ بھی قائم ہے۔

ایسی ناگفتنی صورتوں کی موجودگی میں بھی اگر پاکستانی ارباب اقتدار یہاں کی "تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں خصوصاً" "حزب اختلاف" سے تعلق رکھنے والے رہنما اگر اس موضوع پر اظہار خیال کو غیر موزوں قرار دیں، قوم کو ان فتنوں سے آگاہ نہ کریں اور اپنے ذاتی اقتدار کے لئے اپنا پورا زور صرف کریں تو ہمیں ایسے رہنماؤں سے کوئی ہمدردی ہے اور نہ ان کی ذاتی پروگرام سے دلچسپی۔ ہم تو صرف ان رہنماؤں کے مداح، ان کے موید اور ان کے مخلص خادم ہیں جو حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور قادیانیت و صیہونیت کے فتنوں کو اسلامی وحدت اور ملی یگانگت کے خلاف خطرناک سازش قرار دیتے ہوئے ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

یہ مضمون ۱۳ جولائی ۱۹۷۳ء کے شمارے میں چھپا تھا۔

○☆○

بقیہ از ص ۴۹

○ گوجرانوالہ میں ڈاکوؤں نے تھانے کے قریب مسافر بس لوٹ لی۔ (ایک خبر)

ڈاکے کے لئے محفوظ ترین مقام تھا۔

○ سرگودھا میں زمینداروں کی لڑائی۔ مزارع کی بیٹیاں برہنہ کر کے نچواتے رہے۔ (ایک خبر)

ثناخوانِ "تہذیب مغرب" کہاں ہیں

○ نذیر ناجی نے میٹرک پاس کو گریڈ ۱۷ کی ملازمت دے دی۔ (ایک خبر)

ایم اسے پاس نااہل ہوں تو...... ہم کیا کریں؟

○ پولیس ملازمین کی ڈیوٹی کیلئے ۸ گھنٹے وقت مقرر کرنے پر غور۔ کارکردگی بہتر ہو گی (آئی جی پنجاب)

اس سے آمدنی کم ہو جائے گی۔

الندوة
AL — NADWA Daily Newspaper
MECCA

القاديانية حرب على الإسلام وعلى وحدة هذه الأمة ورسالتها الإسلامية الخالدة

نطالب من الحكومات الإسلامية أن تحذو حذو حكومة كشمير الحرة في اعتبار هذه الفرقة الضالة أقلية غير إسلامية ..

بسم الله الرحمن الرحيم . الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين .. وبعد ..

اخي المسلم: ظهرت في اخر القرن التاسع عشر دعوى الحادية جديدة، وكفر صريح في بلاد الهند، حمل وزرها رجل من مقاطعة قاديان في بلاد البنجاب الهندية الباكستانية يدعى الميرزا غلام احمد واتباعه يسمون بالمرزائية او الاحمدية .. وادعى هذا الرجل بانه المهدي المنتظر والمسيح الموعود وانه نبي يوحى اليه ، وان وحيه كوحي سائر الانبياء معصوم من الخطأ ، وهدد من انكر وحيه باللعن والطرد من رحمة الله .. وقال بصلب المسيح ووفاته، منكرا بذلك ما جاءت به الآيات القرآنية الكريمة

صلات وثيقة بين القاديانية وإسرائيل
ومركز قادياني نشط في الأراضي العربية المحتلة

نشاط واسع يقوم به القاديانيون في افريقيا واوربا يدعون فيه الى نبوة أحمد القادياني نبيهم الكذاب

دین محمد فریدی

اور ایمان بچ گیا.........

جب سے مسئلہ ختم نبوت کو اچھی طرح سے سمجھا اور سارقین ختم نبوت کے طریقۂ واردات پر غور کیا تو بندہ نے اپنے حلقۂ اثر میں ایک لائحہ عمل واضح کر کے اس کے مطابق کام کیا۔ محراب و منبر علماء کرام کیلئے رہنے دیا۔ حتی الامکان ان سے الجھنے سے بچا۔ حالانکہ کچھ سادہ لوح مولوی کے ارد گرد ایسے چاپلوس لوگوں کا گھیرا ہوتا ہے جو کہ در پردہ مرزائیوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ اس سادہ لوح مولوی کو غلط گائیڈ کئے رکھتے ہیں۔ یہاں بھکر میں بھی میری آمد سے پہلے مرزائیوں نے چائے کی پیالی پر کچھ ضمیر فروشوں کو خرید رکھا تھا۔ اور وہ بکھر کے مولویوں کو دوسرے مسائل میں الجھا کر رکھتے اور قادیانیت کے سدباب کیلئے ان کے ہاں کوئی لائحہ عمل نہیں تھا۔ سال میں ایک آدھ تقریر ختم نبوت کے موضوع پر کرا کر سمجھتے کہ ہم نے تحفظ ختم نبوت کا حق ادا کر دیا۔ مرزائی دندناتے تھے۔ کئی کاروبار پر چھائے ہوئے تھے ۱۹۶۸ء کے بعد بندہ نے اپنے طریق کار کے مطابق کام شروع کیا۔ جہاں جہاں مرزائیوں سے جھڑپیں ہوئیں، جس طرح وہ اپنے کاروبار کو سمیٹ کر بھاگے، وہ داستانیں پھر بیان ہونگی۔ اس وقت میں ایک سب انجینئر ریلوے کا واقعہ من وعن بیان کر رہا ہوں۔ بھکر ریلوے کے سب انجینئر سے ختم نبوت کے سلسلہ میں تعلق بڑھا۔ موصوف ختم نبوت کے معاملے میں پوری معلومات رکھتا تھا۔ قادیانیت کے بارے میں ایسے انکشافات کرتا کہ بعض دفعہ میں حیران ہو کر رہ جاتا۔

بھکر ریلوے کے احاطہ میں محکمہ کی جانب سے اسے کوٹھی الاٹ تھی۔ بعض دفعہ بعد نماز جمعہ اسکی کوٹھی کے لان میں ہم اکٹھے ہو جاتے۔ کوٹھی میں تقریباً کافی اقسام کے پھل دار درخت تھے۔ ایک دفعہ آم کے موسم میں ہم کوٹھی کے لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ آم کے پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھ لیا کہ اس پھل پر آپکا حق ہے یا کہ محکمہ کا۔ انجینئر صاحب نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا کہ میں قادیانیت کے خلاف اس قدر کیوں ہوں؟ میں اپنی زندگی کا گزرا ہوا واقعہ بتاتا ہوں۔ میں ملتان تعینات تھا۔ میرا افیسر اعلیٰ قادیانی تھا۔ ظاہری اخلاق اور برتاو بہت اچھا تھا۔ میں اس کے اخلاق سے بہت متاثر ہوتا گیا۔ میں نے اپنے آفیسر کے ساتھ ربوہ بھی کئی چکر لگائے۔ میرا آفیسر مجھے قادیانیت کی تبلیغ اور مسلمانوں کی تفرقہ بازی پر اکثر لیکچر دیتا رہتا تھا۔ اسکی تبلیغ سے میں قادیانیت کو سچا مذہب تسلیم کرنے لگا اور مسلمانوں کی تفرقہ بازی سے سخت متنفر ہو کر اسلام سے دور ہونے لگا۔ میرا آفیسر مجھ سے بہت خوش تھا میری ہر طرح امداد کرتا تھا۔ خوب آؤ بھگت ہوتی تھی۔ ان کو ملنے بہت اہم قادیانی آتے تھے۔ ان سے میرا تعارف ان الفاظ میں کرواتا کہ اسے اپنا ہی سمجھو۔ اس پر قادیانی میری بڑی عزت کرتے اور بڑے اخلاق سے ملتے۔ باتوں باتوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کی سچائی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تفرقہ بازی پر ضرور رائے زنی کرتے۔ میرے چاروں طرف قادیانیوں کا گھیرا تھا۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ میں نے اپنی رہنمائی کیلئے کسی مسلمان عالم سے رابطہ تک نہ

کیا۔ قادیانیوں کی مسلسل تبلیغ سے قریب تھا کہ میں مرزا طاہر کی بیعت کر لیتا اور بیعت فارم پر کر دیتا۔ کیونکہ اب میرے اوپر بیعت فارم پر کرنے کیلئے قادیانیوں نے مسلسل گھیرا کر لیا تھا۔ مگر اللہ جب ایمان بچائے تو وہ معمولی ٹھوکر سے بھی بچا سکتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ میں نے دیکھا کہ شجرکاری کے موسم میں میرا افیسر اعلیٰ آم کا پودا ریلوے حدود کے میدان میں لگا کر پانی دے رہا ہے۔ میر نے جب پھلدار پودا لگاتے دیکھا تو بڑی عقیدت ہوئی۔ آگے بڑھ کر سلام کیا اور احتراماً کہنے لگا، سر آپ تو بڑ بھلائی کا کام کر رہے ہو۔ پھلدار پودا لگا رہے ہو۔ کہنے لگا کہ ہاں، یہ بھی سلسلہ (قادیانیت) کی بھلائی کا کام ہے۔ یہ پودا جب پھل دینے لگے گا تو یہ سرکاری مسلمان اس کے پھل حاصل کرنے کے سلسلے میں دست و گریبان ہونگے۔ محکمہ کا ہر آدمی اس میدان میں لگے ہوئے پھل پر اپنا حق جتائے گا۔ اس حق کو حاصل کرنے اور دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ان سرکاری مسلمانوں میں سر پھٹول ہو گی۔ اور ہم احمدیوں کو سکون کا سانس آئے گا۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ ہماری بقا اس میں ہے کہ ہم ان سرکاری مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتے رہیں۔

انجینئر صاحب کہنے لگے کہ خدا نے مجھے بچانا تھا۔ مجھے ایک شاک لگا اور میں مسلمانوں کے موجودہ انتشار کی تہ میں پہنچ گیا۔ نا معلوم خدا نے مجھے کہاں سے جرأت عطا کی۔ اب تک میں اپنے آفیسر اعلیٰ کا جی حضوری بنا ہوا تھا۔ اور انتہائی عقیدت مند تھا مگر اسکا یہ کردار سامنے آتے ہی میں نے آگے بڑھ کر آم کا وہ پودا اکھاڑ کر پھینک دیا اور انتہائی سختی سے کہا کہ اب میں تمہارا پول تمام عملہ کے سامنے کھولتا ہوں کہ تم بھیڑ کے لباس میں کیسے بھیڑیئے ہو اور قادیانیت کی ترقی کیلئے مسلمانوں میں کیسے انتشار پیدا کر رہے ہو، میرا افیسر مجھے جوش میں دیکھ کر موقع سے فرار ہو گیا اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس واقعہ کو میرے ایمان بچانے کا سبب بنا لیا۔

بقیہ از ص ۲۲

پسند یونانی چرچ کو پہلے سے یہ حیثیت حاصل ہے اور برلن میں ایک فرقہ (۱۹ ویں صدی کے اواخر میں امریکہ میں وجود میں آنے والا ایک مسیحی فرقہ) کو عنقریب یہ حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

اس بارے میں جرمن حکومت کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کے بہت زیادہ فرقے ہیں اور ان کے مابین بہت زیادہ اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے کوئی ایک گروپ تمام مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح حکومت منظم اسلام کی شرط عائد کر کے اپنا کنٹرول سخت کرنا چاہتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کو، خصوصاً ترکی سے تعلقات کے حوالے سے جرمنی کی خارجہ پالیسی میں اہم مقام حاصل ہے۔ اس تجزیئے کی روشنی میں یہ بات با آسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ جرمنی کے مختلف صوبوں کے سرکاری اسکولوں میں اسلام، مذہبی تعلیم کے نصاب کا حصہ ہے جس کی تدریس کی ذمہ داری عموماً ترک اساتذہ کے سپرد کی جاتی ہے۔ اسلام سے رواداری شائد اس پوشیدہ خواہش کا نتیجہ ہے کہ اس طرح کسی دن جرمنی میں مقیم ترک، واپس ترکی چلے جائیں گے۔ (بہ شکریہ ماہنامہ ''معلوماتِ جرمنی'' دسمبر ۱۹۹۷ء)

ردّ مرزائیت: محمد نواز بھٹی

ربوہ میں قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار
شکست کا اعتراف دلچسپ روداد

تاریخ مناظرہ:- ۱۹ اگست ۱۹۹۷ء بروز منگل صبح ۷ بجے

موضوع:- مرزا سچا ہے یا جھوٹا (یعنی صدق و کذب مرزا)

مناظرہ گاہ:- الحاج ملک خدا بخش صاحب نمبردار کا ڈیرہ (ڈاور، متصل ربوہ)

مسلمان مناظر:- مولانا عبد الواحد مخدوم صاحب، خطیب جامع مسجد محمدیہ ڈاور، (ربوہ)

معاونین - مولانا محمد مغیرہ صاحب، خطیب مسجد احرار ربوہ - مولانا غلام مصطفےٰ صاحب، مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت ربوہ۔

قادیانی مناظر:- مربّی عبد المجیب شاہد (فاضل جامعہ احمدیہ ربوہ) معلم قادیانی، ڈارو

معاون: مُربّی محمد حیات گھگھ (قادیانی) امام قادیانی، ڈارو - وغیرہ

مناظرہ کی مختصر روداد:

مرزائیوں کے مربیان نے خود اور اپنی قادیانی جماعت سمیت بہت سے افراد نے مولانا عبد الواحد مخدوم اور بہت سے مسلمانوں کے ساتھ تاریخ مناظرہ طے کی اور تفصیلی مناظرہ کا دن ۱۹ اگست ۱۹۹۷ء بروز منگل صبح ۷ بجے کا اعلان کر دیا گیا۔ مسلمان مناظرین وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں کتابوں سمیت پہنچ گئے۔ مگر مرزائی ہمت ہار گئے۔ ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد لاوڈ سپیکر میں مرزائیوں کو بلایا گیا اور کہا گیا کہ مسلمان مناظرین مناظرہ گاہ میں پہنچ چکے ہیں اور تم بھی جلد از جلد مناظرہ گاہ پہنچو - یہ اعلان بھی کیا گیا کہ آدھ گھنٹہ مناظرہ گاہ میں آپ کا مزید انتظار کرینگے اگر آپ نہ پہنچے تو پھر ڈاور سکول کے کھلے صحن میں آپ کا فلاں وقت سے فلاں وقت تک انتظار کریں گے۔ اگر آپ وہاں بھی نہ آئے تو پھر آپ کے گھر آ کر آپکو دعوت مناظرہ اور اسکے بعد دعوت اسلام دینگے۔ مگر مرزائی نہ آئے۔ پھر مسلمانوں کا ایک وفد مرزائیوں کے گھر گیا۔ اس وفد میں ملک حاجی سکندر حیات رئیس ڈاور - حاجی عبد الستار، صوفی محمد اشرف وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے مرزائیوں کو گھر جا کر کہا کہ ہمارے علماء مناظرہ گاہ میں پہنچ چکے ہیں۔ آپ بھی پہنچیں - تمام قادیانی بمع مرزائیوں کے مرّبی صاحبان محمد شفیع قادیانی کے گھر جمع تھے۔ مرزائیوں کے ایک مربی حیات گھگھ قادیانی نے کہا کہ رات مجھے اشارہ ہوا ہے کہ میدان مناظرہ میں ہم ہرگز نہ پہنچیں - اسلئے کہ مرزائیوں کا مرزائیت چھوڑ جانے کا شدید اندیشہ ہے۔ اس لئے ہم مناظرہ نہ کریں گے۔

اسکے بعد مسلمانوں نے ایک جلوس نکالا - وہ جلوس ملک خدا بخش کے ڈیرہ (مقام مناظرہ) سے روانہ ہوا اور وہ جلوس سکول ڈاور کے صحن میں پہنچا۔ پھر دوسری جامع مسجد محمدیہ میں بذریعہ لاوڈ سپیکر اعلان کیا گیا کہ اسے

قادیانیو! اگر تم ملک خدا بخش کے ڈیرہ پر مناظرہ کیلئے نہیں آئے تو آؤ ڈاور سکول کے بڑے صحن میں مسلمان پہنچ چکے ہیں وہاں مناظرہ کر لیں۔ مولانا عبدالواحد مخدوم نے للکارتے ہوئے اعلان کیا کہ قادیانیو! تم جہاں کہو ہم وہاں مناظرہ کیلئے تیار ہیں۔ اگر ربوہ میں چاہو تو ہم وہاں بھی جانے کیلئے اور مناظرہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ مگر مرزائی پھر بھی نہ آئے اور خاموش ہو گئے۔ سکول میں آدھ گھنٹہ انتظار کے بعد دوبارہ جلوس روانہ ہوا اور وہ جلوس مرزائیوں کے محلہ میں پہنچا اور مرزائیوں کو دعوت مناظرہ دی۔ قادیانیوں کے افکار پر مباہلہ کیلئے کہا گیا۔ مگر مرزاپٹیوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ اسکے بعد مرزائیوں کو مسلمانوں نے دعوت اسلام دی۔ بالاخر مولانا عبدالواحد مخدوم نے جلوس واپس ہونے کا اعلان کر دیا۔ جلوس میں ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائیت مردہ باد کے پرجوش نعرے بلند ہو رہے تھے۔ جلوس مناظرہ گاہ میں پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔ مسلمانوں کی اس زبردست فتح کی خوشی میں مسلمانوں نے دو دو نوافل شکرانہ ادا کئے اور جامع مسجد میں ۱۱ بجے فتح مناظرہ کی خوشی میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔

جلسہ میں ربوہ کے تمام مسلمانوں کو اہلسنت والجماعت کے علماء نے خطاب کیا۔ ان میں مولانا محمد مغیرہ اور مولانا غلام مصطفیٰ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آخر میں مولانا عبدالواحد مخدوم نے کذب مرزائیت اور عقائد مرزائیت پر بڑا دلچسپ خطاب فرمایا اور دعا کی گئی۔ تمام حضرات جو دور دراز کا سفر کر کے آئے ہوئے تھے۔ واپس چلے گئے۔ الحمدللہ علی ذلک.

بقیہ از صفحہ

کمرے میں لے گیا اور چائے پینے پر اصرار کیا۔ چائے پینے سے فارغ ہوئے تو اس نے میرے ساتھیوں سے پوچھا آپ نے اب کہاں جانا ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہم وزیر آباد جائیں گے۔ تو اس نوجوان نے میرے ساتھیوں کو تو جیپ میں سوار کرا کے بس سٹینڈ کی طرف روانہ کیا اور مجھے اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ نہ جانے وہ کن کن راستوں سے گزرتا ہوا مجھے اپنے گھر لے گیا اور جاتے ہی گھر جا کر کہنے لگا دیکھو ہمارا محسن آ گیا۔ یہ سنتے ہی اس کے گھر کے تمام افراد میرے گرد جمع ہو گئے۔ یہ وہ تمام لوگ تھے جن کو میں نے آپس میں ملوایا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ نوجوان ایم اے انگلش اور ایم اے اردو تھا اور روزگار کی تلاش میں لاہور آ گیا تھا اور اپنے والدین کو بھی لاہور لے آیا تھا۔ اس کا اصرار تھا کہ میں وہاں ان کے ہاں کچھ دنوں کے لئے رکوں۔ مگر میری مصروفیت کو سمجھتے ہوئے اس نے زیادہ اصرار نہ کیا اور مجھے بڑی عزت و احترام کے ساتھ ریلوے اسٹیشن لے آیا اور رات ۱۰ بجے کی گاڑی میں سوار کرایا۔ یہ واقعہ مجھے آج تک یاد ہے اب نہ جانے وہ نوجوان کہاں ہو گا مگر اس کی یاد مجھے ہمیشہ آتی رہے گی۔

جرمنی میں اسلام

زیر نظر مضمون فرانس کے ممتاز اخبار روزنامہ "لی مونڈے" میں شائع ہوا تھا جو مصنف کے ذاتی خیالات کا عکاس ہے۔

گونٹر گراس نے حال ہی میں ایک کھلے خط میں مطالبہ کیا ہے کہ کوڈام میں مسجد تعمیر کی جائے۔ مصنف نے اپنے مطالبے کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اب کیتھولکس اور پروٹسٹنٹس کے بعد مسلمان، جرمنی کی تیسری بڑی جمعیت ہیں اس لئے برلن میں مسلمانوں کی عبادت کے لئے مسجد ہونی چاہئیے۔ مصنف نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے چونکہ یہ صورت حال برقرار رہے گی اس لئے مسلمانوں کے لئے عبادت گاہ ضروری ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کو سترہویں صدی کے اواخر میں فرانس کے ہیوگناٹس پروٹسٹنٹ باشندوں کے مماثل قرار دیا ہے جنہیں کیتھولک فرانس سے زبردستی نکال دیا گیا تھا اور انہوں نے برلن میں پناہ لے کر اپنے چرچ تعمیر کر لئے تھے۔ جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد ۲ء۶ ملین ہے۔ اس لحاظ سے اسلام، جرمنی میں ایک اہم قوت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بطور خاص اس لحاظ سے کہ ملک میں پہلے ہی ۲۰۰۰ (دو ہزار) مساجد یا دینی مراکز موجود ہیں۔ صرف کولون شہر میں ایک سو مساجد اور اسلامی مراکز قائم ہیں۔ کولون میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰۰۰ (ستر ہزار ہے) سے زائد ہے۔ اس شہر میں مسلمانوں کی تعداد جرمنی کے تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے ڈور ٹمنڈ دوسرے نمبر پر ہے۔ روہر کے اس بڑے شہر کی تقریباً ۴۰ فیصد آبادی ترک مسلمانوں پر مشتمل ہے جو ۱۹۶۰ء کے عشرے کے اواخر میں علاقے کی فیکڑیوں میں کام کرنے کے لئے جرمنی آئے تھے۔ علاقے میں ترک مسلمانوں کی تعداد تقریباً دو ملین ہے۔

ڈور ٹمنڈ کی سب سے بڑی مسجد، شہر کے شمال میں کیل سٹرا سے میں واقع ہے۔ سفید اور سبز رنگ کی اس عمارت میں پہلے پروٹسٹنٹ چرچ تھا۔ اس عمارت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کا رخ مکہ معظمہ کی جانب ہے۔ مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ نمازیوں میں غالب تعداد نوجوانوں کی ہے۔ رمضان المبارک کے دوران تو مسجد کھچا کھچ بھری رہتی ہے۔ جمعہ کے اجتماعات میں بعض اوقات نمازیوں کی صفیں مسجد کے باہر سڑک تک پہنچ جاتی ہیں۔ فالک ماٹیرنٹ ایک سماجی کارکن ہیں جنہیں شہری انتظامیہ نے غیر ملکی نوجوانوں کو پیشہ ورانہ تربیت کی ذمہ داری سونپ رکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ سٹرا سے مسجد میں فرزندان اسلام کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے جبکہ مسیحی چرچ خالی ہوتے جا رہے ہیں۔

جرمنی کے دوسرے شہروں کی طرح یہاں کے بیشتر مسلمان بھی ترک اور سنی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ نماز، عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے اس لئے مراکش، شام یا الجزائری مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مسلمان، عربی زبان اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ترک نوجوان جو اسلام کی اصل روح اپنانا چاہتے

ہیں۔ عربی سیکھ رہے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کی تعداد بتدریج بڑھ رہی ہے خاص طور سے برلن میں جو ترکی کے باہر ترکوں کا سب سے بڑا شہر ہے، عربی سیکھنے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔

ڈورٹمنڈ کی جامع مسجد کے امام صاحب کا تقرر ترک مملکت کرتی ہے۔ اس مسجد سمیت دیگر کئی مساجد کا انتظام، "دیتناب" یا "دیانت" یعنی ترک اسلامی دینی مرکز کے سپرد ہے جو انقرہ میں وزارت مذہبی امور کا ذیلی شعبہ ہے۔ جرمن حکام اس شعبے کو ترجیحاً پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ ترکی کے سیکولر رجحان کے حامل روایتی اسلام کا عکاس ہے جس میں مغربی معاشرتی اقدار اپنانے کی بہت گنجائش ہے۔(۱) لیکن یہ ڈورٹمنڈ کے تیس اسلامی دینی مراکز میں واحد مرکز ہے جس کا نظم و نسق اس نہج پر چلایا جاتا ہے۔

جب کوئی فرد ایسی مسجد میں داخل ہوتا ہے جس کا انتظام دیانت کے کنٹرول میں نہ ہو تو باہر کے کسی فرد کے لئے فوری طور پر یہ تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ عمارت محض عبادت گاہ ہے یا سماجی اور سیاسی اجتماعات کے لئے مرکز ہے۔

مساجد میں ترک اثرات بہت واضح ہیں۔ تقریباً ہر مسجد کے ساتھ فٹ بال کلب ہے جو ترکی کے پرچموں سے آراستہ ہوتا ہے۔ حتی کہ دیواروں پر تین ہلال والے قوم پرست عثمانی پرچم بھی لٹکے نظر آتے ہیں۔ مختلف مساجد کے منتظمین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے جن کا انتظام مختلف انجمنیں چلاتی ہیں چند برس سے یہ انجمنیں خود کو ترک حکام کے اثرورسوخ سے آزاد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔(۲)

اسلام کے بارے میں ترکوں کے تمام مکاتب فکر، جرمنی میں موجود ہیں جہاں ان کے وسائل زیادہ ہیں اور انہیں اظہار رائے کی بھی ترکی سے زیادہ آزادی حاصل ہے لیکن اس کے باوجود سرکاری حکام، راسخ العقیدہ اور عسکری ذہن رکھنے والوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ کمال اتاترک کے نظریات کی مخالف جماعتوں میں ملی گوروس اسلامی گروپ سب سے نمایاں ہے اس گروپ کے نئے ترک وزیر اعظم جناب نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی سے قریبی رابطے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے سے جرمنی، ترکی کے اسلامی گروپوں کے لئے محفوظ ٹھکانے کی حیثیت رکھتا ہے جو ترکی میں اسلام کی از سر نو سر بلندی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

خود نجم الدین اربکان اپنے سیاسی کیریئر کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لئے برسوں جرمنی میں مقیم رہے اور آج قرآن مجید کی طرف دوبارہ مراجعت کرنے والے ترکوں میں نمایاں تعداد جرمنی میں پیدا ہونے والی تیسری نسل کے ترک نوجوانوں کی ہے۔ بیلے فیلڈ یونیورسٹی کے ماہر عمرانیات ولہیلم ہائٹ میئر کے جائزے کے مطابق فرانس اور جرمنی دونوں ملکوں میں نوجوانوں میں اسلام کی طرف پلٹنے کا رجحان واضح طور پر بڑھ رہا ہے۔ ہائٹ میئر کے بقول اسلام کی طرف لوٹنے والوں میں جرمنی میں جنم لینے والے ترکوں کا تناسب زیادہ ہے اور ان ترکوں کو اپنی مادری زبان ترکی سے زیادہ عبور جرمن زبان پر حاصل ہے۔ لیکن وہ جرمن باشندے نہیں بن سکتے کیونکہ جرمن قانون کی بنیاد "خون کا رشتہ" ہے۔ اگر کوئی ملی گوروس کے

لیڈروں کی تحریر و تقاریر پر یقین و ایمان رکھتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جرمنی، اشاعت و استحکام اسلام کے لئے کام کرنے کی بہترین جگہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرمن معاشرہ حیرت انگیز طور پر روادار ہے۔ بہت سے لوگوں کو یاد ہو گا کہ علوم شرقیہ کی عالمی شہرت یافتہ ماہر ڈاکٹر اینی میری شمل نے آیات شیطانی نامی کتاب کی کھل کر مذمت کی تھی اور اسے ملحدانہ اور دشنام طرازی قرار دیا تھا۔ تاہم انہوں نے سلمان رشدی کی ہلاکت کے فتوے کو درست تسلیم نہیں کیا تھا۔ حال ہی میں جرمن فضائی کمپنی لفتھنزا نے اعلان کیا کہ رشدی کو اس کے طیاروں میں سفر کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ فضائی کمپنی نے یہ اعلان اپنے مسافروں کو ممکنہ حملوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کیا۔

فرانس کے بالکل برعکس جہاں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرانس میں اسلام کو فرانسیسی رنگ میں رنگا ہوا ہونا چاہیئے اور اسے دنیا داری کا مظہر ہونا چاہیئے جبکہ جرمنی میں لوگوں کو کسی کے عقائد پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں مملکت اور مذہب ایک دوسرے سے واضح طور پر الگ نہیں ہیں وہاں دوسرے ممالک کے مقابلے میں اسلام زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے۔

برلن میں سوشل سائنسز کے مارک بلوخ سینٹر کے اسلامی علوم کے اسکالر ریمے لیویو کا کہنا ہے کہ جرمن معاشرے میں یہ غیر معمولی مذہبی رواداری آوگس برگ کے ۱۵۵۵ کے امن معاہدے کا نتیجہ ہے اس معاہدے کے تحت جرمنی کو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ حصوں پر مشتمل ملک قرار دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ملک میں لوگوں کو اپنی پسند کے مذہب اور عقائد پر عمل کرنے کی آزادی ہو گی۔

"اسلام اور گرجا گھر" نامی کتاب کے مصنف کا کہنا ہے کہ جرمنوں کے لئے زیادہ تشویشناک بات اسلام کے بجائے الحاد اور لادینیت کا فروغ ہے کیونکہ جرمن آبادی میں اسلام کے پیروکاروں کا تناسب ۳ فیصد سے زیادہ نہیں ہے جبکہ بے دین لوگوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے۔ چرچ اور مملکت کے درمیان رشتوں کے بارے میں عام بحث و مباحث کا موضوع، اشاعت اسلام نہیں بلکہ فروغ لادینیت رہا ہے۔ صوبہ بادویریا کے تعلیمی اداروں کے کلاس رومز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوب تصویر یا صلیب ساتھ لے جانے کا تنازعہ کارلس روئی کی آئینی عدالت کے فیصلے کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ کسی اسلامی سلطنت میں ایسے ماحول کا وجود ناقابل تصور ہے۔ علاوہ ازیں جرمنی میں نہ تو اسلام اور جنونیت کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی قرآن مجید کا دہشت گردی سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔ الجزائر، جرمنوں کے لئے ویسے ہی بہت دور ہے۔ تشدد کے واقعات سے ترکوں کے تعلق کے بارے میں لوگوں کی عمومی رائے ہے کہ ترکوں اور کردوں کے تنازعے کا شاخسانہ ہے۔ جرمن سمجھتے ہیں کہ اس تنازعے میں مذہب کا کوئی تعلق اور کردار نہیں ہے حالانکہ برلن سے تعلق رکھنے والے ایک فرانسیسی اسکالر کے بقول جو کردوں کے مسائل سے گہری واقفیت رکھتے ہیں فریقین، اپنے اپنے موقف کے جواز کے طور پر اسلام کو استعمال کرتے ہیں۔ جرمنی میں مقیم ترکوں کے مخالف نسل پرست عناصر کی کارروائیوں کا سبب اسلام کی مخالفت نہیں بلکہ نسلی منافرت ہے۔ جرمنی میں صورت حال فرانس

کے برعکس ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جرمنی میں مقیم بیشتر مسلمان، جرمنی کے بجائے اپنے آبائی وطن کو اپنی شناخت سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اصل قومیت برقرار رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بیشتر چاہتے ہیں کہ بعد از وفات انہیں ترکی میں سپرد خاک کیا جائے۔ حالانکہ گذشتہ کئی برسوں سے جرمنی میں مسلمانوں کے الگ قبرستان وجود میں آ گئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں مسلم خواتین کے حجاب کے استعمال پر کوئی تنازعہ پیدا نہیں ہوا۔ جرمن معاشرہ روزمرہ زندگی میں حجاب سمیت اسلامی شعائر کو با آسانی برداشت کر لیتا ہے۔ ادھر ادھر کے چند ناقابل درگذر تنازعات مقامی سطح پر اور عموماً مسلمانوں کے حق میں طے ہو جاتے ہیں۔ عموماً اس قسم کے تنازعات جرمنوں اور مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ وہ زیادہ تر ترکوں کے مابین ہوتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے کے اوائل میں برلن میں کمال اتاترک کے نظریات کی حامی ایک استانی نے حجاب پہننے والی ایک طالبہ کی شکایت جرمن حکام سے کی تھی۔ اس ترک طالبہ کا تعلق کمال اتاترک کے غیر اسلامی نظریات کے مخالف ایک دینی گھرانے سے تھا۔

ڈورٹمنڈ مسجد کے اڑوس پڑوس کے رہائشی علاقے کے جرمن مکین اپنے مسلمان پڑوسیوں کی وجہ سے کسی تشویش میں مبتلا نہیں ہیں۔ جب کیل سٹراسے میں مسجد قائم کی گئی تو جرمنوں نے کوئی احتجاج کیا نہ ہی مسجد کے خلاف انتظامیہ کو درخواستیں دیں۔ البتہ کچھ عرصے بعد ایک گمنام شکایتی خط موصول ہوا تھا جس میں مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کسی شخص نے اس پہلو کی جانب توجہ دلائی تھی کہ مسجد کی عمارت میں پرچون کی ایک دکان ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ ایک قانون پسند شہری کی حیثیت سے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس دکان کا ٹریڈ ٹیکس ادا کیا گیا ہے یا نہیں؟

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہو گا کہ جرمن معاشرہ اسلام کے ساتھ شیر و شکر اور ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ڈورٹمنڈ میں کسی خاص مشکل کے بغیر اسلامی مراکز قائم کیے جا سکتے ہیں لیکن مقامی آبادی کی جانب سے مزاحمت کے واقعات بھی ہوئے ہیں۔

باڈن وٹمبرگ جیسے واقعات کئی مرتبہ ہوئے ہیں اور مقامی حکام نے میناروں کی ایک حد سے زیادہ بلندی یا اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر اعتراض کیا۔ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں کہ پروٹسٹینٹ مذہبی پیشواؤں نے اس بنیاد پر احتجاج میں حصہ لیا کہ "مسلمانوں کا خدا، عیسائیوں کا خدا نہیں ہے۔

حکومت کی سطح پر رواداری اور نیک خواہشات موجود ہیں جن کے مطابق ایک طویل عرصے میں اسلام اور جرمنوں میں ہم آہنگی ممکن ہے۔ اگرچہ مملکت کے قوانین کے تحت تمام بڑے مذاہب کو کارپوریٹ حیثیت حاصل ہے اور قانون کے تحت وہ چاہیں تو پیروکاروں سے چرچ ٹیکس وصول کر سکتے ہیں اور ان مذاہب کو بہت سے سرکاری اداروں مثلاً ذرائع ابلاغ، ہسپتالوں اور فوج میں نمائندگی دی جا سکتی ہے لیکن جرمن حکام نے ابھی اسلام کی یہ حیثیت تسلیم نہیں کی ہے جو باعث حیرت ہے۔ کیونکہ کٹر اور قدامت

بقیہ ص ۴۶ پر

مولانا امین احسن اصلاحی
(آغا شورش کاشمیری مرحوم کی کتاب "چہرے" سے)

جماعت اسلامی کے مرد آہن یعنی سردار پٹیل، قامت "تفہیمات" کے سائز پر ہے یعنی بالا بدن "پاکستانی عورت دوراہا پر" کی ضخامت پر ہے یعنی اکبر، چونکہ دور سے دیکھا ہے قریب سے نہیں - اس لیے مزید خط و خال کی ٹوہ لگانے کے لئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف "رسائل و مسائل" کو دیکھے خود بھی ٹھوس ہیں، کلام بھی ٹھوس ہے، جہاں تک خطابت کا تعلق ہے، ہمیشہ شگفتہ بولتے ہیں لیکن جہاں تک چہرے کا تعلق ہے اس سے ہمیشہ غصہ جھلکتا ہے۔ ان کے فرزند ارجمند ابوصالح اصلاحی (جو قامت میں ان کا نصف ہیں اور ویسے بھی دھان پان ہیں) اپنے صبح شام کے دوستوں میں سے ہیں۔ انہیں بھی معلوم نہیں کے ان کے اباجان اس قدر متین کیوں ہیں۔!

مولانا حمید الدین فراہی کے شاگرد رشید ہیں۔ آبائی وطن اعظم گڑھ ہے وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں نشو و نما حاصل کیا "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ مدتوں اعظم گڑھ سے رسالہ "الاصلاح" نکالتے رہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی رفاقت میں پٹھان کوٹ سے تحریک اسلامی کا اجرا کیا۔ اب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے جڑواں علمی بھائی ہیں انہیں مولانا کا "اینجلز" سمجھ لیجئے۔ نظریں عقابی ہیں جن سے جماعت کا نظم و نسق بندھا ہوا ہے۔

ہاتھ میں کوئی عارضہ ہے، اس لیے قلم سے نہیں لکھتے سوچتے اور ٹائپ کرتے جاتے ہیں۔ امین بھی ہیں اور اصلاحی بھی۔

ان کا خیال ہے پاکستانی عورت دوراہے پر ہے حالانکہ وہ اس سے گزر چکی ہے اور اب بتکدے سے میکدے کو جا رہی ہے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

جب علی جیسے بہادر تابع فرمان ہیں   حضرت عثمان پھر کتنے عظیم الشان ہیں
کتنی قربت ہے نبی میں اور غنی میں دیکھ لو!   صاحبِ قرآن یہ، وہ جامع القرآن ہیں

(رحیم صدیقی)

ترجیم: ادارہ

مسافرانِ عدم

مولانا امین احسن اصلاحی:

پیر، ۱۵ دسمبر (۷۹۷ء) کو لاہور میں مولانا احسن اصلاحی ۹۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ علمی دنیا میں مولانا کا زیادہ تعارف نو جلدوں پر مشتمل ان کی شاہکار قرآنی تفسیر "تدبر قرآن" کی وجہ سے ہے، جس میں آیتوں اور سورتوں کے باہمی ربط اور معنوی ترتیب کو ایک خاص "نظم قرآن" کے حوالے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ مولانا اپنے استاد اور مدرستہ الاصلاح، سرائے میر (اعظم گڑھ) کے بانی مولانا حمید الدین فراہی رحمتہ اللہ علیہ کے صحیح جانشین تھے۔ انہوں نے یہ تفسیر تقریباً بائیس سال (۱۹۵۹ء تا ۱۹۸۱ء) میں لکھی، ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد ۱۶ سے متجاوز ہے۔

مولانا جماعت اسلامی کے آغاز سے لے کر ۱۹۵۷ء تک، سید مودودی کے دست راست رہے لیکن فکری اور عملی سطح پر مودودی صاحب کے "ون مین شو" کے خلاف آخر کار احتجاجاً جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ مولانا اصلاحی کی شخصیت کا یہ پہلو تابناک ہے کہ وہ علمی مباحث میں بے جا اصرار کی بجائے اپنی رائے، جہاں ضروری ہوتا، برملا تبدیل فرما لیتے تھے۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، علامہ محمود احمد عباسی، قاری حبیب الرحمن کاندھلوی اور حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کی تحقیقی کتب پر ان کی آراء اس کا ثبوت ہیں۔

مولانا نے دو شادیاں کیں۔ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد دوسرا نکاح محترمہ انوار فاطمہ مرحومہ (آپا نثار فاطمہ مرحومہ کی ہمشیر) سے ہوا، جو کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پڑھایا تھا۔ مولانا کی یہ اہلیہ جناب چودھری عبدالرحمن صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ چودھری صاحب، راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے اور مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ ۱۹۳۷ء کے عام انتخابات میں وہ مجلس احرار کے ٹکٹ پر پنجاب کے ایم ایل اے (ممبر آف لیجسلیٹو اسمبلی) منتخب ہوئے تھے۔

پروفیسر خلیق نظامی:

بھارت کے مشہور مورخ، نقاد اور کئی ایک معرکہ آراء علمی کتب کے مصنف حضرت پروفیسر خلیق نظامی ۵ دسمبر بروز جمعتہ المبارک علی گڑھ میں انتقال کر گئے۔ افسوس کہ پاکستان کے ذرائع ابلاغ میں اس کا ذکر تک نہیں آیا۔ وقت کی منفرد اور یگانہ روزگار شخصیت کی وفات کا کسی کو علم نہ ہو سکا، یہ انتہائی بے حسی کا ثبوت ہے۔ مرحوم نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں سالہا سال کام کیا، ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے رہے۔ "تاریخ مشائخ چشت" لکھی، جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی اور چار باقی ہیں، ان کا خیال اسے چھے جلدوں میں مکمل کرنے کا تھا۔ حضرت بابا فرید شکر گنج، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحمھم اللہ پر مستقل تفصیلی کتب انگلش میں لکھیں۔ تذکرہ شیخ عبدالحق، ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ بنام "خیر المجالس" اور شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکاتیب لکھے۔ یہ تو وہ کتب ہیں جو شائع ہو چکی ہیں پتا نہیں کتنے مسودے ابھی اور پڑے ہوں گے۔ نظامی صاحب کسی مسلم ملک میں بھارت کے سفیر بھی رہے۔ وہ مشہور عالم حضرت مولانا نسیم احمد فریدیؒ کے بھانجے تھے۔ تقریباً پچھتر سال عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کے ساتھ ملحق کرے کہ جن کے متعلق ساری عمر

لکھتے رہے۔ (بشکریہ "الرشید" دسمبر ۹۷ء)

ہمارے مشفق و مہربان محترم قاری ظہور الرحیم عثمانی صاحب کے بھانجے محمد عمر اور حقیقی چچی (بیوہ مولانا عبد الواحد) گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حکیم محمد قاسم قریشی گزشتہ دنوں مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔ انہیں جنت المعلیٰ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

محترم استاد عبدالحمید ملتانی مرحوم:

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محترم استاد عبدالحمید مرحوم گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ مرحوم انتہائی خلیق و مہربان بنس مکھ اور صالح انسان تھے۔ بہترین ٹیلر ماسٹر تھے عمر بھر محنت مزدوری کر کے رزق حلال کمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے

محترم حافظ شمس الدین صاحب رحمہ اللہ:

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے ارادتمند اور ہمارے معاون و مہربان محترم حافظ شمس الدین صاحب ۸ فروری کو انتقال کر گئے۔ مرحوم نہایت عابد و زاہد اور خلیق انسان تھے۔ قرآن کریم سے بے پناہ تعلق و محبت تھی۔ وہ چک نمبر W.B. 69 ضلع وہاڑی میں مقیم تھے اور ایک عرصہ سے علیل تھے۔ ان کے انتقال سے احبابِ ادارہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

محترم فدا حسین مرحوم:

مجلسِ احرار اسلام ضلع وہاڑی کے رکن محترم ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے بھائی محترم فدا حسین صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ وہ موضع عزیز قہم ضلع وہاڑی میں مقیم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر شام تیری جاہ و منزلت کی قسم ۔۔۔ تیرے مقام کا ڈنکا بجا کے چھوڑونگا

جو تیرے نام سے جلتے ہیں ملحد و زندیق ۔۔۔ انہیں خدا کے غضب سے ڈرا کے چھوڑونگا

(رحیم صدیقی)

معراج محمد بارق

فتنۂ دل و نگاہ؟

(گانے بجانے) کے مکروہ و ممنوع ہونے کے دلائل بیان کرنے میں اہل علم قران مجید سے تین آیات پیش کرتے ہیں۔

(۱) وَ مِنَ النَّاسِ مَن یَّشتَرِی لَھوَ الحَدِیثِ لِیُضِلَّ عَن سَبِیلِ اللہِ بِغَیرِ عِلم (سورہ لقمان آیت نمبر ٦)

بعض لوگ کھیل کی باتیں خرید کرتے ہیں تاکہ بغیر علم کے خدا کی راہ سے گمراہ کریں۔

سعد بن جبیر سے روایت ہے کہ ابو الصہباء نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود سے اس آیت کے معنی پوچھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم وہ غناء ہے۔ مجاہد نے کہا لہو الحدیث کے معنی غناء ہیں سعید بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عکرمہ سے لہو الحدیث کے بارے میں سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ وہ غنا ہے (یعنی راگ رنگ)

۲۔ وَ اَنتُم سَامِدُون (سورہ النجم آیت نمبر ٦١) یعنی تم غافل ہو۔

یحیٰ بن سعید نے بیان کیا کہ سفیان نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا انہوں نے کہا "وانتم سامدون" سے مراد غنا ہے۔ مجاھد نے بیان کیا "سَامِدُون" کے معنی غنا ہیں

۳۔ وَاستَفزِز مَنِ استَطَعتَ مِنھُم بِصَوتِکَ (بنی اسرائیل،آیت ٦۴)

اے ابلیس جس کو تجھ سے ہو سکے اپنی آواز سنا کر اپنی طرف ابھار لے۔

سفیان ثوری نے لیث سے روایت کیا کہ مجاہد نے اس آیت سے مراد غنا، مزامیر لی ہے (راگ و رنگ) سنت سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ نافع نے کہا ایک بار حضرت ابن عمر نے کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو جلدی سے اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈال لیں اور اپنی سواری کو راستہ سے موڑ لیا اور بار بار پوچھتے تھے کہ اے نافع کیا وہ آواز آتی ہے؟ میں کہہ دیتا تھا کہ ہاں یہ سن کر چلے چلتے تھے کہ میں نے کہا اب وہ آواز نہیں آتی۔ اس وقت انہوں نے اپنے ہاتھ کانوں سے جدا کئے اور سواری کو راستے کی طرف لوٹایا اور بولے کہ میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تھی آپ نے یہی عمل فرمایا تھا جیسا میں نے کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی گانے کے لئے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالی اس کی طرف دو شیطان بھیجتا ہے۔ وہ دونوں اس کے اوپر سوار ہو جاتے ہیں۔ ایک اس جانب دوسرا اُس جانب ہوتا ہے۔ وہ اپنے پاؤں اس گانے والے کے سینے میں مارتے ہیں جب تک وہ گاتا رہتا ہے۔

تلبیس ابلیس میں علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے علی سائح سے سنا، کہتے تھے کہ میں نے ابو الحارث اولاسی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے شیطان کو خواب میں اولاس کی کسی ایک چھت پر دیکھا۔ میں بھی ایک چھت پر تھا۔ ایک گروہ اس کی داہنی طرف تھا اور ایک بائیں جانب اور وہ عمدہ لباس پہنے تھے۔ ان میں سے ایک

گروہ نے کہا کہ کچھ بولو اور گاؤ۔ انھوں نے گانا شروع کیا میں اس راگ اور گانے کی خوش آوازی اور سریلے پن سے ایسا بے خود اور مدہوش ہو گیا کہ بے اختیار چھت سے نیچے چھلانگ لگانے کو دل چاہا پھر شیطان نے ان سے کہا کہ ناچو ۔ وہ نہایت عمدہ ناچ ناچے، پھر شیطان نے مجھ سے کہا اے ابو الحارث! میں نے اس غناء (راگ) اور رقص کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں پائی جس کی وجہ سے میں تم پر قابو پاسکوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ لہو ولعب کی چیزوں کا آغاز شیطان کی طرف سے ہے اور ان کا انجام کار اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔

ضحاک نے کہا غنا (گانا) دل کو خراب اور اللہ کو ناراض کرتا ہے۔

عبد الرحمن ابن جوزی کا قول ہے کہ جو شخص حرام یا مکروہ کو قربت الٰہی خیال کرے وہ اس اعتقاد سے کافر ہو جائے گا کیونکہ علماء سماع کو حرام بتاتے ہیں یا مکروہ کہتے ہیں۔

صفوان بن امیہ سے روایت ہے کہ ہم ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ عمر بن قرہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے لئے اللہ تعالیٰ نے شقاوت و بدبختی مقدر فرمائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ کو بغیر دف بجائے رزق نہیں مل سکتا آپ مجھ کو غناء (گانے) کی اجازت دیدیجئے۔ میں فحش گانے نہیں گاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھ کو اجازت نہیں دوں گا۔ اور نہ تجھ کو چشم عطا سے دیکھوں گا۔ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حلال و پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے مگر تو اللہ کے رزق میں سے حرام اختیار کرتا۔ ہے اگر میں تجھ کو اس سے پہلے اس کی ممانعت کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بری طرح پیش آتا۔ چل میرے پاس سے اٹھ کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر "اب یاد رکھ اگر اس سمجھانے کے بعد بھی تو نے ایسا کیا تو میں تجھ کو دردناک مار لگاؤں گا اور تیرا منہ بگاڑ دوں گا اور تجھ کو تیرے گھر سے نکال کر شہر بدر کر دوں گا اور تیرا مال و اسباب مدینہ کے نوجوانوں میں لٹوا دوں گا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہی لوگ عاصی اور نافرمان ہیں جو کوئی ان میں سے بغیر توبہ کیے مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو حشر کے روز ننگا اٹھائیگا۔ اور جب وہ کھڑا ہو گا تو لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ راگ میں دو باتیں جمع ہوتی ہیں۔ اول تو دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور کرنے اور اس کی خدمت میں قائم رہنے سے غافل کر دیتا ہے۔ دوسرے دل کو جلد حاصل ہونے والی لذتوں کی طرف راغب کرتا ہے جن میں بہت بڑی شہوت جماع ہے اور جماع میں کامل لذت نئی عورتوں میں ہے اور نئی لذت حلال ذریعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے۔ لہذا انسان کو زنا پر انگیختہ کرتا ہے۔ یہاں معلوم ہوا کہ زنا اور غناء میں باہم تناسب ہے۔ اس جہت سے غناء روح کی لذت ہے (غذا نہیں) اور زنا لذت نفسانی کا بڑا حصہ ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ الغناء رقبة الزنا یعنی راگ زنا کا افسون ہے (ماخوذ، تازیانۂ شیطان)

ہمارے ملک کی مخلوط اور مغرب زدہ موسیقی کی رسیا سوسائٹی کا حال یہ ہے کہ

اب یہاں ابلیس کا پنجہ بہت مضبوط ہے
باطل و حق ملک کے قانون میں مخلوط ہے

ان آیات و احادیث کی روشنی میں غناء (راگ رنگ) کے شائقین اپنا انجام سوچ لیں۔

زبان میری ہے بات ان کی

○ بھارت والے پاکستان کا نمک کھائیں گے۔ (ایک خبر)
نمک حلال کریں تو اور خوشی ہو گی۔

○ واپڈا ملازمین کو مفت بجلی کی فراہمی بند کرنے کا فیصلہ (ایک خبر)
اس سے کئی ہمسایوں کی بجلی اور واپڈا ملازمین کی اضافی آمدنی بند ہو جائے گی۔

○ حکومت دینی مدارس اور مساجد اپنی تحویل میں لے لے۔ (جاوید اقبال)
اور علماء سکولوں اور کالجوں پر قبضہ کر لیں۔

○ لاہور۔ ۷۰ سالہ بوڑھا حقے سمیت اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ (ایک خبر)
کوئی نوابزادہ ہو گا۔

○ ہیڈ کانسٹیبل نے پیچھا کر کے ڈاکو پکڑ لیا۔ (ایک خبر)
حیرت ہے، کی بات ہے۔

○ غریب کا کام رشوت سے ہوتا ہے۔ (شہباز شریف)
حکومت اور رشوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے

○ دہشت گردوں کا خوف۔ نماز عید اسلحہ کے سائے میں ادا کی گئی۔ (ایک خبر)
"پاکستان اسلام کا قلعہ ہے"۔

○ لاکھوں افغانیوں نے امیر المؤمنین ملاّ عمر کی امامت میں نماز عید اداء کی۔ (ایک خبر)
لیکن یہ سب "دہشت گرد" غیر مسلح تھے، ماحول پُر امن تھا۔

○ بے نظیر نے وہ حدیں پار نہیں کیں جو نواز شریف کر گئے۔ (لغاری)
میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کی لونڈی سے دوا لیتے ہیں

○ لوگوں سے زیادتی کرنے والے تھانیدار کا مجھ سے بڑا کوئی دشمن نہیں۔ (شہباز شریف)
دشمنی اپنی جگہ۔ مگر پاکستان تو پولیس سٹیٹ ہی بنی ہوئی ہے۔

○ سودی نظام کے خاتمے اور اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کے لئے سنجیدہ ہیں۔ (صدر تارڑ)
موقع ملا ہے کچھ کر جائیں۔ ورنہ ضیاء الحق کی طرح بعد میں پچھتانے سے حاصل!

○ قائداعظم نے پاکستان کو کبھی اسلامی ریاست قرار نہیں دیا تھا۔ (اصغر خان)
"بڑے خان" سو بڑے خان "چھوٹے خان اعوذ باللہ!

○ اللہ کے حکم پر آواز بلند کر رہی ہوں۔ (بے نظیر)

ملک کو بھی اللہ کے حکم پر لوٹتی رہی ہیں؟

○ ظلم کرنے والے پولیس افسروں کو تھانوں میں لٹکا دیں گے۔ (شہباز شریف)

کون سا پولیس افسر ظالم نہیں ہے؟

○ ایٹمی پلانٹ کے معائنے کے لئے ۱۰۰ انسپکٹر اور جاسوس کتے آ رہے ہیں (ایک خبر)

جاسوس کتے اور کتے جاسوس ایک ہی بات ہے۔ (لیاقت بلوچ)

○ معراج محمد خان نے اپنی پارٹی "قومی محاذِ آزادی" عمران خان کی "تحریک انصاف" میں ضم کر دی (ایک خبر)

آزادی اور انصاف دونوں شرمندہ ہیں

○ مسلم لیگ "علماء مشائخ ونگ" کے خلاف تحقیقات شروع، "قرض اتارو ملک سنوارو" مہم میں لاکھوں روپے بٹورنے کا الزام

جیسی لیگ، ویسے مشائخ لوٹ مار چھین شاد باد

○ جماعت اسلامی سے تعاون میں حرج نہیں (آفتاب شیرپاؤ)

میاں بیوی راضی تے کیہہ کرے گا قاضی

○ عدالت سے انصاف نہ ملا تو اسلام چھوڑ دوں گا۔ (مسترد صدارتی امیدوار ایم پی خان)

عقل نئیں تے موجاں ای موجاں!

○ مسرت شاہین کی عمرہ کے لئے روانگی (ایک خبر)

کیا وہ بھی عمرے پر گئے ہوئے ہیں۔

○ ممتاز مزاحیہ شاعر دلاور فگار انتقال کر گئے۔ (ایک خبر)

خبر نہیں میری موت کب ہوئی لیکن
سنی تو میں نے بھی فوت ہو گیا ہوں میں

○ بے نظیر اور زرداری نے ہر سرکاری سودے پر کمیشن لیا۔ (نیو یارک ٹائمز)

غریبوں کا مقدر بدلنے کے لئے

○ ملتان۔ خبریں چھاپہ۔ پولیس کی سرپرستی میں چلنے والا جوا خانہ بند (ایک خبر)

پولیس نے ہی بند کیا...... پولیس پھر کھول دے گی۔

○ امریکی، تارڑ سے خوش نہیں۔ (پگارا)

سب کو داڑھی چبھتی ہے۔

بقیہ ص ۳۲ پہ

شیخ نجم الہدیٰ (تاثرات و ملاقات)

تحریک آزادی کے بہادر کارکن شیخ احسان اللہ احرار

محترم شیخ احسان اللہ احرار تحریک آزادی کے بہادر کارکن ہیں اور ان دنوں وزیر آباد میں زندگی کے باقی ایام جوانمردی کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود آواز میں وہی کڑک اور لہجہ میں کھنک باقی ہے جو ان کے عہد شباب کی جولانیوں کا پتہ دیتی ہے۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری ہے۔ انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے مگر استقامت کے ساتھ مصائب کو برداشت کیا، ایک وفادار انسان ! کہ جو نصف صدی قبل تحریک آزادیٔ کشمیر کے دوران احرار رضاکار بھرتی ہوا مگر تا ایں دم مجلس احرار ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ سیاسی لیل و نہار اور نشیب و فراز انہیں احرار سے جدا نہ کر سکے۔

شیخ احسان اللہ...... دسمبر ۱۹۱۸ء میں حاجی شیخ عنایت اللہ کے ہاں وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد رمضان خطیب جامع مسجد حنفیہ بازار والی (وزیر آباد) سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی مگر جدوجہد آزادی میں بھرپور شمولیت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ بعد میں علم طب سے تعلق پیدا کیا۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اور وزیر آباد میں حبیبیہ دواخانہ قائم کیا۔ تمام عمر رزق حلال کمایا اور حاجت مندوں کی خدمت کرتے رہے۔ وہ اپنی اجتماعی زندگی میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہنے کے ساتھ ساتھ مختلف سماجی اور اصلاحی تنظیموں سے بھی منسلک رہے اور بے لوث خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کمپنی کمانڈر قومی رضاکار تنظیم وزیر آباد، میونسپل کمشنر، بی ڈی ممبر بلدیہ وزیر آباد، سیکرٹری وارڈن شہری دفاع وزیر آباد، متولی انجمن نصرت الحق، جامع مسجد حنفیہ بازار والی وزیر آباد وغیرہ وغیرہ۔ شیخ صاحب ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام وزیر آباد کے صدر بھی رہے۔

ان کے والد ماجد جناب حاجی شیخ عنایت اللہ مرحوم۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ (امرتسر) فوج کی فائرنگ کا ظلم برداشت نہ کر سکے اور وزیر آباد میں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ نتیجۃً گرفتار ہو گئے۔ جلیانوالہ، اور ڈنگہ پر جب انگریزوں نے حملہ کیا تو ان کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے وزیر آباد آ گئے۔ اس شہر کو انگریز کے خلاف جدوجہد کا مرکز بنایا۔ تحریک سول نافرمانی کے دوران انگریزی حکومت کا ظالم نظام درہم برہم کر دیا۔ ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ ریلوے سگنل توڑ ڈالے اور اسٹیشن کو آگ لگا دی۔ بعد میں گرفتار ہوئے تو پھانسی کی سزا سنادی گئی مگر عدم ثبوت کی بناء پر سزا 9 ماہ کر دی گئی۔ اور گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں مشقت کرتے رہے۔

شیخ احسان اللہ احرار کی زندگی ایک جہد مسلسل اور وفا و ایثار کی تابندہ مثال ہے۔ ایسے ہزاروں کارکن ہیں جو گمنامی میں چلے گئے ہیں مگر ان کے کارہائے نمایاں سے نئی نسل اپنے ان محسنوں سے قطعی بے خبر ہے۔

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام قائم ہوئی اور ۱۹۳۰ء میں ڈوگرہ راج کے خلاف مجلس احرار نے تحریک آزادیٔ کشمیر کا آغاز کیا۔ یہ تحریک اپنے نتائج کے اعتبار سے تاریخ ساز اور عہد ساز ثابت ہوئی۔ اسی موقع پر شیخ احسان اللہ مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے اور تحریک کشمیر میں بھرپور حصہ لیا بعد ازاں مجلس احرار اسلام کی برپا کی ہوئی تمام تحریکوں میں دیوانہ وار شریک ہوئے۔ خصوصاً تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تو انہوں نے اپنی تمام توانائیاں

صرف کردیں۔ آج ۱۹۹۷ء ہے اور شیخ صاحب کی وفا و استقامت کا یہ عالم ہے کہ گزشتہ چونسٹھ برس سے احرار سے ہی وابستہ ہیں۔ بڑے بڑے سیاسی طوفان ان کی اس وابستگی کو متاثر نہ کرسکے۔ حتیٰ کہ "احرار" ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ انہوں نے تحریک آزادی کے مقتدر رہنماؤں کو دیکھا اور سنا۔ اور ان کے افکار و عمل سے متاثر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۸۷ برس ہے مگر اس عمر میں وہ پر عزم اور حوصلہ مند دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ صاحب کی زندگی کی ایک واقعاتی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

۵۲-۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے گکھڑ منڈی میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرنا تھا۔ شیخ صاحب ان دنوں پولیس قومی رضاکار کے کمپنی کمانڈر تھے اور مجلس سے وابستہ تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ جی کو عسکری سلامی دینے کا پروگرام بنایا۔ شیخ احسان اللہ صاحب کا کہنا ہے .... "میں نے سوچا کہ حضرت شاہ جی کو پورے اعزاز کے ساتھ جلسہ گاہ میں لایا جائے اور انہیں عسکری سلامی پیش کی جائے، مارچ پاسٹ اور معائنہ پریڈ کرائی جائے۔ اس کے لئے میں گکھڑ منڈی گیا۔ اور جماعتی ساتھیوں سے اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔ مگر میں مایوس نہ ہوا۔ واپس آکر پولیس قومی رضاکاروں کو تیار کیا اور پوری کمپنی کو ساتھ لے کر جلسہ گاہ میں سب سے پہلے پہنچ گیا۔ جلسہ نماز عشاء کے بعد ہونا تھا۔ میں نے پنڈال میں پہنچ کر ساتھیوں (قومی رضاکاروں) کو ہوشیار کیا اور ہم شاہ جی کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد فضاء نعروں سے گونج اٹھی چند لمحوں میں شاہ جی سٹیج پر تشریف لائے۔ میں پریڈ کرتا ہوا سٹیج کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چونکہ میں قومی رضاکار کی وردی میں تھا۔ محترم شاہ جی سٹیج پر کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر بعد شاہ جی نے مجھے پہچان لیا۔ اور فرمایا تم احسان اللہ ہی ہو؟ میں عرض کیا جی ہاں!

پھر شاہ جی نے وزیر آباد کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا (جن میں لالہ ابراہیم، بابو غلام رسول بی ڈی ممبر، حبیب اللہ سالار شامل تھے) اس کے بعد شاہ جی نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو"؟ میں نے عرض کیا آپ جانتے ہی ہیں کہ میں پولیس قومی رضاکار کا کمپنی کمانڈر ہوں اور میں آپ کو سلامی دینا چاہتا ہوں۔ مگر مقامی ساتھی اجازت نہیں دے رہے۔ شاہ جی نے فرمایا تو بھائی بتاؤ میرے لائق کیا خدمت ہے؟ میں نے قبلہ شاہ جی کو پریڈ کے بارے میں بتایا تو شاہ جی میرے اس جذبے سے بے حد متاثر ہوئے اور سٹیج پر نیچے پاؤں لٹکائے بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک میرا یہ بیٹا راضی نہیں ہوتا میں تقریر نہیں کرونگا۔ صدر جلسہ اور منتظمین جلسہ میرے اس بیٹے کو راضی کرلیں۔ اجازت ملنے پر میں نے اپنی کمپنی کو باآواز بلند ہوشیار کیا۔ چند ہی لمحوں میں رائفلوں کے دستوں پر جوانوں کے ہاتھوں کی آواز فضا میں گونج اٹھی اور ساتھ ہی بینڈ نے سلامی کی دھن بجائی۔ ہماری کمپنی کے جوانوں کے آگے بینڈ کا دستہ تھا۔ اس کے پیچھے میں اپنی کمپنی کی کمان کرتا ہوا سٹیج کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے پہلے بینڈ کے کمانڈر کے عسکری سلام کا اور بعد میں میرے عسکری سلام کا جواب دیا ہم پریڈ کرتے ہوئے جس جگہ سے چلے وہاں واپس جا کر قطاروں میں کھڑے ہو گئے پھر میں شاہ جی کے پاس دوبارہ سٹیج کے قریب گیا اور آپ سے درخواست کی کہ کمپنی برائے معائنہ تیار ہے۔ آپ میرے پیچھے چلتے ہوئے جوانوں کے قریب آئے اور جوانوں کو دیکھتے ہوئے قطاروں کے آگے سے گزرے۔ اس معائنہ کے بعد میں شاہ جی کو عسکری انداز میں پورے اعزاز کے ساتھ سٹیج پر لے آیا۔ آپ سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور میں واپس اپنے کمپنی جوانوں کے پاس چلا گیا۔ جلسہ کی کارروائی ہماری اس گھنٹہ بھر کی

کارروائی کے بعد شروع ہوئی۔

ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ:

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں، میں اور میرے ساتھ مولانا محمد چراغ، قاضی نور محمد، پیر بشیر شاہ آف سوہدرہ وغیرہ پر مشتمل تقریباً ۶۵ افراد تھے۔ مولانا محمد چراغ مرحوم مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہم لوگ ساڑھے تین ماہ جیل میں رہے۔ جیل میں مولانا کے ایک شاگرد مولوی عبدالمالک اور جماعت اسلامی کے چودھری محمد اسلم بھی تھے۔ ایک دن دسترخوان پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے حضرت امیر شریعت کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ میں لب ولہجہ برداشت نہ کرسکا۔ سالن سے بھرا ہوا پیالہ اس کے منہ پر دے مارا اور خوب بے نقط سنائیں۔ مولانا محمد چراغ مرحوم نے اسے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ تم حضرت شاہ جی کے متعلق معقول لب ولہجہ اختیار کیا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے پھر تم نے ان کے ایک عقیدت مند کے سامنے یہ حرکت کرکے بہت برا کیا۔

اتنے میں سپرنٹنڈنٹ جیل سید دولت علی شاہ آگئے اور ہنستے ہنستے کہنے لگے کیا ہوا آپ لوگ جیل میں بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ آپ کو بی کلاس ملی ہوئی ہے، گوشت بھی ملتا ہے۔ ان لوگوں سے پوچھیئے جنہیں سی کلاس ملی ہوئی ہے۔ میں نے کہا جناب مجھے چکی میں بند کردیں میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ بالآخر اس نے مجھے ہسپتال بھجوادیا۔

ایک دن مولانا محمد چراغ مرحوم نے مجھے کہا کہ وہ بزرگ جو چارپائی پر تشریف فرما ہیں ان سے جاکر پوچھو کہ چھے دن تو ہمیں گوشت ملتا ہے، ہم کھا کر الحمدللہ پڑھتے ہیں۔ ساتویں دن دال ملتی تو اس کے کھالینے کے بعد "الحمد للی" کہہ دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا میرا یہ کہنا تھا کہ وہ حضرت موصوف جوتا اٹھا کر دوڑے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے اور میں پوری جیل میں آگے آگے۔ ہم دونوں ہانپ گئے۔ تو مولانا محمد چراغ پھر آگے بڑھے اور بیچ بچاؤ کرا دیا اور کہنے لگے حضرت یہ نوجوان ہنس مکھ اور باذاق آدمی ہے اس کی باتوں کا برا نہ منائیں۔

یہ بزرگ قلعہ دیدار سنگھ کے حضرت قاضی نور محمد تھے ان کی موٹی آنکھیں، سرخ انگارہ معلوم ہوتی تھیں چہرہ بارعب، جلالی بزرگ تھے۔ میں ان کے مزاج سے واقف نہ تھا۔ مگر مولانا محمد چراغ صاحب انہیں خوب جانتے تھے۔

مرزائیوں کے جلسے درہم برہم

آزادی سے قبل کا واقعہ ہے کہ حافظ آباد میں قادیانیوں کا جلسہ ہوتا تھا۔ ادھر وزیر آباد میں مجلس احرار کے کارکنوں کو بھی اس بات کا علم ہوگیا اور طے پایا کہ قادیانیوں کا جلسہ کہیں بھی کامیاب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر جلسہ ہو تو درہم برہم کردیا جائے۔ چنانچہ ساتھی حافظ آباد مرزائیوں کا جلسہ ناکام کرنے کا مشن لے کر گئے۔ ہر رضاکار کی الگ الگ ڈیوٹی لگا دی گئی۔ ایک رضاکار نے شامیانوں کی رسیاں کاٹنی تھی دوسرے کے ذمہ گیس کا بجھانا اور تیسرے نے بروقت سب کو آگاہ کرنا تھا۔ میری ڈیوٹی سب سے الگ تھی اور وہ یہ تھی کہ جب شامیانے گرنے لگیں تو مجھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے پانچ چھے مرتبان سٹیج پر پھینکنا تھے۔ اس مشن پر جب روانہ ہونے لگے تو وزیر آباد میں ہمارے ایک نیک سیرت بزرگ، جماعت کے سرگرم رکن اور ہمدرد ساتھی نے مجھے کہا کہ بٹھا جانے سے پیشتر مجھ سے مل کر جانا۔ وہ بزرگ بتاشوں کا کام کرتے تھے۔ اس زمانے میں شام چھے بجے گاڑی حافظ آباد جایا کرتی تھی۔ میں

اپنے بزرگ ساتھی جو "دارہ کبوتراں" کے مقابل بتاشے بناتے تھے انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے تھیلے میں پانچ، چھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے مرتبان جن کے منہ موٹے کاغذ سے بند تھے مجھے دیئے۔ اور فرمایا پنڈال میں کسی کونے میں بیٹھے رہنا اور جب شامیانے گرنے کے لئے حرکت میں آئیں ایک ایک کر کے مرتبان سٹیج پر پھینکتے جانا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مرتبانوں میں کیا ہے اور میں نے پروگرام کے مطابق ایسا ہی کیا۔ مرتبانوں کا سٹیج پر گرنا ہی تھا کہ اس میں سے کالی بھیڑیں آناً فاناً نکلیں اور چھڑ گئیں۔ انہوں نے سٹیج پر موجود قادیانیوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ کسی کی ناک پر، کسی کے ہونٹ اور آنکھ، کسی کے کان اور گال پر یہ عجیب منظر تھا۔ ادھر سائبانوں کے گرنے کی وجہ سے بھگدڑ مچی ہوئی تھی تو ادھر سٹیج پر بھڑوں نے اپنا پروگرام شروع کیا ہوا تھا۔ دوسرے روز قادیانی جب بازار سے گزرے تو ان کی حالت قابل دید تھی۔ کیونکہ بھڑوں نے ان کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

اسی طرح موتی بازار وزیر آباد میں مرزائیوں نے اپنے مرزواڑے (عبادت گاہ) کے سامنے ایک جلسہ رکھا۔ گرمیوں کا موسم تھا چونکہ جلسے عموماً رات ہی کو ہوا کرتے تھے۔ رات کے ہوا چلنی شروع ہوئی۔ ہم نے پھر پروگرام ترتیب دیا۔ اس مرتبہ انداز پہلے سے جدا تھا۔ گیس لیمپ اور سائبانوں کی ڈیوٹیاں تو حسب سابق ہی تھیں مگر سٹیج کا نشانہ علیحدہ تھا۔ ہم چند ساتھی سامنے کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ہمارے ہاتھوں میں لوہے کی بڑی بڑی پچکاریاں تھیں جن میں سیاہی بھری ہوئی تھی۔ جب جلسہ شروع ہوا پہلے گیس لیمپ توڑے گئے۔ جس سے اندھیرا ہو گیا۔ چونکہ ہم سٹیج کی مخالف سمت میں تھے۔ ہم نے پچکاریاں چلانا شروع کر دیں ان میں موجود گاڑھی سیاہی نے سٹیج پر موجود تمام قادیانیوں کے چہروں کو سیاہ کر دیا۔ کافی روز گزرنے کے بعد بھی ان کے مکروہ اور "ڈب کھڑبے" چہروں سے سیاہی نہ اتر سکی۔

شیخ صاحب بنیادی طور پر ایک کارکن تھے اور عمر بھر کارکن ہی رہے۔ بہادر کارکن جماعتوں کا اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو تاریخ کا حصہ بننے کے قابل ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے (آمین) محترم شیخ نجم الہدیٰ (شیخ صاحب کے فرزند) نے ماضی کے اوراق پلٹتے ہوئے محترم سٹیج احسان اللہ احرار سے کچھ باتیں کی ہیں اور کچھ سی ہیں اور یہی کہیں سنی باتیں ہم نذر قارئین کر رہے ہیں کہ یہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

س: قیام پاکستان کے موقع پر آپ وزیر آباد میں سیاسی، سماجی، حیثیت سے کیا خدمات سرانجام دے رہے تھے؟

ج: جب پاکستان بنا تو میں ان دنوں مجلس احرار اسلام وزیر آباد کا صدر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ پولیس قومی رضاکاروں کا کمپنی کمانڈر بلدیہ وزیر آباد کا میونسپل کمشنر بھی تھا۔ نیز برادری شیخاں کا صدر بھی تھا۔ اس وقت میرے پیشِ نظر سب سے اہم کام یہ تھا کہ جو مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آرہے ہیں اور جو وزیر آباد میں آئے ہیں ان کی بحالی کا کام کیا جائے اور انہیں تحفظ فراہم کیا جائے۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی اس کمیٹی کا میں رکن بھی تھا۔

جب مہاجرین آنا شروع ہوئے تو ان دنوں رات کو کرفیو ہوا کرتا تھا۔ رات کو بغیر کرفیو پاس کے باہر نکلنا ناممکن ہوا کرتا تھا۔ میں نے اپنی کمیٹی کے ارکان اور جملہ رضاکاروں اور معززین شہر کے ہمراہ افسران بالا سے ملاقات کی اور رات کو کام کرنے کی اجازت طلب کی جو انہوں نے دے دی۔ رات کو ہم محلہ شیخاں مشرقی میں واقع

اپنے گھر کے سامنے چاولوں اور دیگر خورد و نوش کی دیگیں پکواتے جو تقریباً رات بھر میں تیار ہوتی تھیں۔ انہیں صبح سے بجے کے قریب ریلوے اسٹیشن پر لے آتے اور جو گاڑیاں مہاجرین سے بھری ہوئی لاہور کی جانب سے آتی تھیں ان گاڑیوں کو گارڈز حضرات سے درخواست کر کے رکوا لیتے اور مہاجرین کو کھانا وغیرہ دیا جاتا۔ ہماری یہی کوشش ہوتی کہ یہ لوگ ہمارے ہاں ٹھہر جائیں۔ بعض حضرات تو انکار کر دیتے مگر بعض ہماری درخواست پر ٹھہر جاتے تھے۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ جس طرح ہمارے مسلمان بھائی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ ایسے ہی جو ہندو پاکستان میں یا وزیر آباد میں آباد تھے۔ وہ ہندوستان چلے گئے ان کے جانے کے بعد وزیر آباد میں کافی محلے خالی ہو گئے تھے۔ خالی مکانوں پر کمیٹی کا کنٹرول تھا اور جو لوگ ٹھہر جاتے ان کو ان مکانوں میں بسا دیا جاتا تھا جو ہندو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ مکان کے ساتھ ساتھ ان کی دیکھ بھال بھی کی جاتی۔ انہیں راشن، موسم کے مطابق، پارچات اور بستر، استعمال کے لئے بنیادی کراکری و برتن وغیرہ دیے جاتے تھے۔

س: یہ راشن کپڑے بستر وغیرہ کون مہیا کرتا تھا؟

ج: ایک تو یہ امداد باہمی کے طور پر کمیٹی اس کا انتظام کرتی فنڈز اکٹھے کر کے خرچ کرتی کیلئے دوسرا یہ کہ ہندو جب مکان چھوڑ کر جاتے تو ان کا کچھ سامان رہ بھی جاتا تھا۔ اس سامان کو حکام بالا کی اجازت سے مہاجرین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہم نے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں بھائیوں کو ان محلوں میں آباد کیا۔ ان کے رہن سہن کا بندوبست کیا اور اگر خدانخواستہ کوئی مرگ ہو جاتی تو اس کے کفن و دفن کا انتظام بھی کیا جاتا۔

یہ سلسلہ مہینوں چلتا رہا اور ہم اپنے اس فرض کی ادائیگی میں مگن رہے۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے کمیٹی نے مختلف افراد کے ذمے مختلف وارڈز سونپ دیئے اس سلسلہ میں میرے وارڈ سے ملحق اور شہر کا کچھ حصہ کی ذمہ داری مجھے سونپ دی گئی۔

میں اپنے جماعتی احباب، قومی رضاکاروں اور دیگر احباب کے ہمراہ ان علاقوں کا دورہ کرتا رہتا اور جیسے جس چیز کی ضرورت ہوتی اسے مہیا کی جاتی ان کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی جاتی۔ جوان بچیوں کی شادی وغیرہ بھی کی جاتی اور بچی کو جہیز بھی دیا جاتا۔ اکثر مہاجر لوگ مقامی لوگوں سے مل جل گئے۔ کاروبار اکٹھے ہونے لگے اور ان کی رشتہ داریاں بھی ہوئیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور ادھر حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں۔ بالاخر ایوب خان کا دور آیا۔ اس دور میں اکثر مہاجرین آباد ہو چکے تھے۔ پھر ہم نے اپنے علاقہ کے وکلاء صاحبان کی مدد حاصل کر کے ان لوگوں کے کلیم بنوائے۔ جنہیں ہم ہندوؤں کے مکانوں میں بسا چکے تھے اور حکومت نے اعلان بھی کر رکھا تھا۔

وزیر آباد میں زیادہ لوگ کنج پورہ، کرنال کے علاقہ سے آئے۔ امرتسر، دھلی، بٹالہ کے علاقے سے بھی مسلمان آئے۔ کنج پورہ اور کرنال وغیرہ کے علاقہ سے آنے والے مسلمان بھائی بدقسمتی سے علاقائی تعصب کا شکار تھے اور وہ شاید مقامی لوگوں پر بھروسہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حالانکہ مقامی لوگوں نے ان کی آبادکاری میں ان سے کافی تعاون کیا تھا۔ وہ روایتی گٹھ جوڑ میں رہے اور بعد میں جب دور ایوبی میں الیکشن ہوا تو انہوں نے کنج پورہ کی ایک روایتی بگ بنا کر اپنے لوگوں کو اس کا واسطہ دیکر ووٹ مانگے۔ البتہ دوسرے علاقوں سے آنے والے کافی ملنسار تھے اور وہ ایک دوسرے پر اعتماد بھی کرتے تھے۔ میرے خیال میں شاید کنج پورہ کے لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے اور نہ ہی ان کا وہاں کوئی مناسب کاروبار تھا۔ ان کے مقابلے میں دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے لوگ بڑے پر اعتماد تھے اور

انہوں نے اپنے سابقہ کاروبار تعلیم سے فائدہ اٹھا کر اور اپنے تجربہ کی بناء پر اپنے کلیم بیچ کر ان سے حاصل ہونے والی رقم سے دوبارہ کام شروع کر دیا۔ کلیم بن جانے کے بعد ہندو پراپرٹی کی نیلامی شروع ہو گئی اور مہاجرین کو ان کی خرید میں اپنے کلیم استعمال کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نیلامی میں دکان یا مکان کوئی بھی ہندو پراپرٹی ہو تو مقامی لوگوں کو بولی دینے کا اختیار بالکل نہ تھا۔ البتہ جن مقامی لوگوں نے ہندوؤں سے جائیداد کرایہ پر حاصل کی ہوئی تھی ان کو بذریعہ نیلام دی گی۔ بعض مسلمان بھائیوں نے تو اپنے کلیموں سے کافی فائدہ اٹھایا اور وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے اور بعض نے اپنے کلیم فروخت کر کے پیسے خرچ کر دیئے اور پھر دوسری جگہ جا کر آباد ہونا شروع ہو گئے۔

س: مہاجروں کو آباد کرنے میں کتنا عرصہ لگا؟

ج: مسلمان ہجرت کر کے ۴۸-۱۹۴۷ء کو آنا شروع ہو گئے۔ تھے۔ اور یہ سلسلہ کافی ماہ چلتا رہا۔ البتہ ان کی مکمل بحالی صدر ایوب خان کے دور میں ہوئی ۱۹۵۸ء تک تقریباً۔

س: کوئی ایسا واقعہ جو آپ کو نہ بھولتا ہو؟

ج: واقعات تو بہت ہیں۔ اگر آپ لکھنا شروع کریں تو یہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ البتہ ایک واقعہ مجھے آج تک یاد ہے، وہ کچھ یوں ہے کہ دسمبر ۱۹۴۸ء تھا۔ رات کا وقت اور سردی اپنے عروج پر تھی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ ان دنوں وزیر آباد بجلی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اندھیرا سا چھایا ہوا تھا میرے مکان جو حویلی نما تھا واقع محلہ شیخاں مشرقی سے ملحق گلہ بکریاں والا کے باہر کے ایک پیپل کا درخت ہے جو اب بھی اس قصہ کی یاد دلاتا ہے۔ میں اور میرے رفقاء حسب معمول اپنے علاقے کا چکر لگاتے ہوئے جب اس درخت کی سمت ہوئے تو دور سے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کوئی گٹھڑی پڑی ہوئی ہو۔ قریب جا کر دیکھا کہ ایک نوجوان اپنے ساتھ تین چار بچے سمٹائے بیٹھا ہوا ہے اور بچے رو رہے ہیں اور مارے سردی کے کانپ رہے ہیں۔ بچوں کی عمر تقریباً ۶، ۹ سال تک کی ہوں گی۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے ان بچوں کو گود میں اٹھا لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ اور ساتھ نوجوان کو آنے کو کہا۔ گھر پہنچا تو میری بیوی نے ان سب بچوں کو اپنے بچوں کے ہمراہ گرم بستروں میں سلا دیا اور جو نوجوان تھا اسے میں نے اپنے پاس سلا لیا۔ مارے پریشانی، دکھ تکلیف اور صعوبتوں کے وہ بچے اور نوجوان رات بھر سو نہ سکے۔ وہ ذہنی طور پر بڑے کرب سے گزرے تھے۔ وہ ساری رات روتے اور بڑ بڑاتے رہے۔ بڑی مشکل سے ان کو کھانا کھلایا اور سمجھایا کہ گھبراؤ نہیں صبح انشاء اللہ آپ کے ساتھ بہت اچھا تعاون ہو گا۔ رات جیسے تیسے ہو گزر گئی۔ صبح ان مہمانوں کو ناشتہ دیا۔ ناشتہ کے بعد اس نوجوان کی ذہنی کیفیت کچھ سنبھلی اور اس نے کہا کہ میری والدہ بڑی بہن اور والد گاڑی سے اترتے ہوئے ہم سے بچھڑ گئے ہیں۔ ہم نیچے اترے ہی تھے کہ گاڑی چل پڑی اور وہ گاڑی میں ہی رہ گئے۔ اب ہم ناواقف ہیں۔ راستوں کا ہمیں علم نہیں۔ میں نے اس نوجوان کو تسلی دی گھبراؤ نہیں اللہ کو منظور ہوا تو وہ تمہیں ضرور مل جائیں گے۔

بچوں کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا دیئے اور وہ دوسرے بچوں میں گھل مل گئے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان مہاجروں کے کھانے کے لئے دیگیں پکتیں تھیں۔ سو اسی طرح جب کھانا لے کر اسٹیشن جاتے تو اس نوجوان کو بھی ساتھ لے جاتے اور جو گاڑی راولپنڈی سے لاہور کی طرف آتے ہوئے وزیر آباد رکتی اسے گارڈ سے کہہ کر رکوا لیتے کچھ دیر کے لئے اور ہر ڈبہ میں جا کر اس کی والدہ والد اور بہن کا نام با آواز بلند پکارتے اگر وہ ہو تو ہم

سے رابطہ کرے۔ ان دنوں گاڑیاں مسافروں سے کھچا کھچ بھری آتی تھیں۔ لوگ چھتوں پر سوار ہو کر آیا کرتے تھے۔ گاڑی میں سوار ہونا اور باہر نکلنا بہت ہی مشکل ہوتا تھا۔

ایک دن خوش قسمتی سے تینوں افراد گاڑی کی چھت پر سوار مل گئے۔ ایک تو وہ بے چارے ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے اور یہاں آ کر وہ اپنے کنبے کے افراد سے بچھڑ گئے۔ صدمے پر صدمہ، اس سے ان کی ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں رہے تھے۔ ان کو بڑی مشکل سے نیچے اتارا تو چیخ و پکار شروع کر دی۔ آہ و بکا کرنے لگے اور سکھوں کے مظالم تو ان کی نگاہوں میں پہلے ہی تھے وہ بے چارے یہی سمجھتے کے دوبارہ سکھوں نے یا ہندوؤں نے حملہ کر دیا ہے اور انہیں گاڑی سے اتار لیا ہے۔ میں نے جب انہیں سمجھانا چاہا تو انہوں نے بڑے بے رحمانہ طریقے سے میری پٹائی کرنی شروع کر دی۔ میں تو سمجھا تھا ان کے دکھ درد کو، سو سب کچھ خاموشی سے سہہ گیا۔ گاڑی چل پڑی اور پلیٹ فارم خالی ہو گیا۔ صرف میں اور میرے ساتھ اس نوجوان کا کنبہ تھا۔ بڑے پیار و محبت اور مشکل سے ان کو تانگوں میں سوار کرا کے اپنے گھر لایا۔ جب انہوں نے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا اور اپنے دوسرے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو ایک کہرام سا مچ گیا۔ بڑا رقت آمیز منظر تھا بچے اپنے ماں باپ سے لپٹ گئے۔ ماں باپ اپنے بچوں کو اپنے سینے میں سمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ آہوں اور سسکیوں کا ایک عجیب سماں تھا۔ آنسو جیسے کے تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ ان کے رونے کی آواز سنکر ہمارے اڑوس پڑوس کے لوگ چھتوں پر چڑھ کر ہمارے گھر میں دیکھ رہے تھے۔ کہ یہاں خدانخواستہ کیا ہو گیا ہے۔ بس کیا بتاؤں الفاظ نہیں جو میرے ان جذبات کی ترجمانی کر سکیں۔ جو اس وقت تھے۔ ایک قیامت کا سماں تھا۔ اپنے بچوں کو پا لینے کے بعد (جو کہ غیر یقینی تھا) ان کی ذہنی کیفیت نے کچھ آرام و سکون محسوس کیا۔ وہ ۲ دن اور ۲ راتیں نیم بے ہوشی کی طرح پر سکون سوئے رہے۔ جب ان کی حالت کچھ سنبھلی تو میں نے ان کو اپنے قریبی محلہ گلی پانی والی ٹینکی میں ایک خالی مکان منتقل کر دیا اور ساتھ ہی بنیادی ضرورت کی تمام اشیاء راشن، برتن، بستر اور کپڑے مہیا کر دیئے گئے۔ وقت گزرتا گیا۔ ہم بھی اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

بانی پاکستان کی رحلت کے بعد کوئی حکومت زیادہ دیر نہ ٹھہر سکی اور پھر فیلڈ مارشل ایوب خان نے اقتدار سنبھال لیا۔ یہ وہ دور تھا کہ ہم نے ان لوگوں کی مکمل بحالی کے لئے ان کے کلیم بنوانے کے بعد ان کو قبضہ وغیرہ دلانا شروع کر دیا تھا۔ اسی سلسلہ میں مجھے لاہور جانا پڑتا تھا۔

حسنِ اتفاق دیکھیئے کہ میں جناب عطا محمد صاحب چیف کمشنر محکمہ آبادکاری کے دفتر کے صحن میں کھڑا تھا۔ یہ دفتر ۱۱۔ ایبرٹن روڈ مقابل فلیٹی ہوٹل تھا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جن کی اپیلیں چیف کمشنر صاحب کی عدالت میں تھیں کھڑا تھا۔ اتنے میں ایک موٹر سائیکل پر ایک خوب صورت نوجوان آ کر رکا اور وہ میرے ساتھ لپٹ کر رونے لگا۔ اس کی زبان پر رونے کے ساتھ ساتھ ایک ہی جملہ تھا س You Are My Father س یعنی تم میرے باپ ہو۔ بس یہی جملہ وہ دہراتا رہا۔ میں نے اسے پیار کیا اور چپ کرایا۔ پوچھا بیٹا تم کون ہو؟ اس لڑکے نے کہا میں بعد میں بتاؤنگا کہ میں کون ہوں آپ یہ بتایئے کہ آپ یہاں کیسے آئے ہیں، کیا کام ہے آپ کو؟

میں نے بتایا کہ یہ جو ساتھی میرے ساتھ آئے ہیں ان کی اپیلیں ہیں اور مقدمات کی تمام نوعیت بھی بتائی۔ اس لڑکے نے کہا کہ میں یہاں چیف کمشنر صاحب کا سٹینو ہوں۔ گھبرایئے نہیں اللہ بہتر کریگا۔ پھر وہ ہمیں ایک

(بقیہ بر صفحہ ۳۸)

Kinza

FOOD PRODUCTS

سکوائشز، کیچپ اور اچار

جو کھائے ایک بار۔ وہ کھائے بار بار

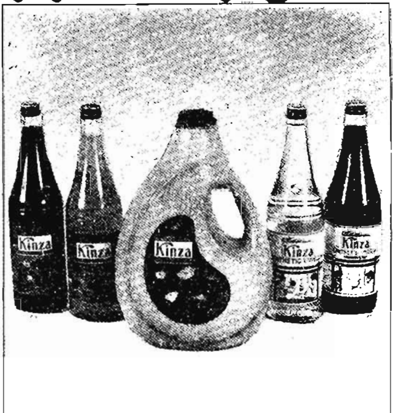

wily

FOODS (PVT) LTD.

Chand Plaza, Off Lane 6 Peshawar Road Rawalpindi Cantt.

Ph : 475969

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردارو ایک ہو جاؤ!

بانی: جانشینِ امیرِ شریعت سیدابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

بیسویں سالانہ دوروزہ — جامع مسجد احرار ربوہ

شہداء ختمِ نبوت کانفرنس

۱۲، ۱۳ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی: قائد تحریکِ تحفظ ختم نبوت، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیرِ صدارت: فاتحِ ربوہ ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم

خطباء

*حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری *مولانا محمد اسحق سلیمی *مولانا زاہد الراشدی *مولانا محمد مغیرہ *پیر سید محمد اسعد شاہ ہمدانی *قاری محمد یوسف احرار *مولانا عزیزالرحمن خورشید *مولانا عبدالستار جھنگوی

مولانا احمد *معاویہ *مولانا عبدالرزاق *مولانا قاری ظہور الرحیم *مولانا قاری عبدالرشید *مولانا ابوریحان *پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی *جناب پروفیسر خالد شبیر احمد *سید محمد کفیل بخاری *عبداللطیف خالد چیمہ *حافظ کفایت اللہ *ابو سفیان تائب *مولانا کریم اللہ *سید خالد مسعود گیلانی *جناب محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ *جناب ملک ربنواز ایڈووکیٹ *سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ *رانا شبیر احمد احرار *رانا محمد زاہد *حافظ عبدالرؤف *جناب مرزا عبدالقیوم *مولانا مشتاق احمد *مولانا عبدالواحد مخدوم *جناب حافظ محمد اسمعیل *مولوی فیض الرحمن *مولانا فقیر اللہ رحمانی *ابو میسون اللہ بخش احرار *مولانا احتشام الحق معاویہ *محمد شفیع الرحمن

پروگرام

۱۲ مارچ بروز جمعرات

* اجتماع طلباء احرار:- ظہر تا عصر
* مجلسِ ذکر:- بعد نمازِ مغرب
* اجتماعِ عام:- بعد نمازِ عشاء

۱۳ مارچ بروز جمعہ

بعد نماز فجر: درس قرآن کریم 11 بجے قبل از نماز جمعہ تا نماز عصر علماء، وکلاء، قانون دان، دانشور، اور طلباء خطاب کریں گے۔

زیر اہتمام: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳ (۰۴۵۲۴)، ملتان ۵۱۱۹۶۱ (۰۶۱)، دفتر لاہور ۷۵۶۰۴۵۰ (۰۴۲)، چیچہ وطنی ۲۱۰۹۵۳، ۲۱۱۶۵۷ (۰۴۴۵)